ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

تزکیہ نفس کے لئے اس نور کی ضرورت ہے

جو اطاعت نبوی صلعم کے ذریعہ قلب پر گرے

تزکیہ نفس کے لئے چلہ کشیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے چلہ کشیاں نہیں کی تھیں۔ اور نفی واثبات وغیرہ کے ذکر نہیں کئے تھے۔ بلکہ ان کے پاس ایک اور ہی چیز تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں محو تھے۔ جو نور آپؐ میں تھا۔ وہ اس اطاعت کی نالی میں سے ہو کر صحابہؓ کے قلب پر گرتا اور ماسوای اللہ کے خیالات کو پاش پاش کر جاتا تھا۔ تاریکی کے بجائے ان کے سینوں میں نور بھر جاتا تھا۔ اس وقت بھی خوب یاد رکھو وہی حالت ہے۔ جب تک کہ وہ نور جو خدا کی نالی میں سے آتا ہے تمہارے قلب پر نہیں گرتا۔ تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا۔ انسان کا سینہ مہبط الانوار ہے اور اسی وجہ سے وہ بیت اللہ کہلاتا ہے۔ بڑا کام یہی ہے کہ اس میں جو بُت ہیں وہ توڑے جائیں اور اللہ ہی اللہ رہ جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی میرے صحابہؓ کے دلوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ دل میں اللہ ہی اللہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ انسان وحدت وجود کے مسئلہ پر عمل کرے اور ہر کُتے اور گدھے کو معاذ اللہ خدا قرار دے بیٹھے۔ نہیں نہیں۔ اس سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان کا جو کام ہو۔ اس میں مقصود فی الذات اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ہو اور نہ کچھ اور۔ اور یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست (ملفوظات احمدیہ حصہ اول)

تعلیماتِ اسلام دائمی اور مکمل ہیں

اللہ تعالیٰ کا سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے ترجمہ: ”آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا، پھر جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے گناہ کی طرف جھکنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے“۔ (سورۃ المائدہ 3)

سطور بالا میں جس آیت کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی نوید جانفزا ہے جو کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ دین کا مقصد سوسائٹی کی اصلاح ہے۔ اور قومیں صالحیت سے بام عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ تکمیل نفس انسانیت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ دین کی جو اصل غرض ہے۔ وہ بدرجہ کمال قرآن میں بیان کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے قبل دین کمال کو نہ پہنچا تھا۔ وہ مکان اور زمان سے وابستہ تھا۔ اس لئے وہ اسلام سے قبل نوعِ انسان کا عالمگیر مذہب نہ بن سکا۔ اب کوئی سچائی ایسی نہیں، جس کا ذکر قرآن میں موجود نہ ہو اور بیان نہ کیا گیا ہو۔ اب اگر کوئی دین اسلام کو منسوخ کرنے کا مدعی ہے تو وہ بتلائے کہ اسلام کی فلاں تعلیم ناقص ہے۔ اور اس نئے دین نے اسے یوں مکمل کیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا۔ اب ہم نے انسانوں پر اتمام نعمت بھی کر دی ہے۔ باالفاظ دیگر مسلمان اب کے لئے دوسروں کے محتاج نہیں۔ بلکہ دوسرے اور دوسری قومیں ان کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیض مسلمانوں کو میسر ہیں۔ پس اب ضرورت قرآن کریم کے بیان کردہ طریقوں سے ان نعماء کے حصول کے لئے جدوجہد کی جاوے۔

اس کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ اس عالمگیر مذہب کا نام اسلام رکھا گیا ہے۔ اس کا نام کسی انسان کے نام پر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ قوانین کو عملی اسلام کہا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے تا اسے عالمگیریت بخشی جاوے اسلام کے بیان کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہو کر انسان دن بدن ترقی کی لامتناہی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر کسی وقت فضا مکدر ہے۔ سوسائٹی کی عام حالت اچھی نہیں، اور بعض نامناسب رسوم اور قیود میں جکڑی گئی ہے تو بھی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں انسان ہر وقت اس کی اصلاح کی سکیم تیار کر سکتا ہے گو اس فضا کے بداثرات سے خود بھی متاثر ہو رہا ہو۔ اگر اس کی نیت ہر وقت یہ ہے کہ وہ سوسائٹی کی تطہیر اور پاکیزگی کا منصوبہ تیار کرے تو اس منصوبہ کی کامیابی تک تو اللہ تعالیٰ کا غفر اور رحم اس کے شامل حال رہے گا اور بالآخر وہ سوسائٹی کے بداثرات آہستہ آہستہ سب دُور ہو جائیں گے۔ اگر مصلحین استقلال اور استقامت سے اصلاحی تحریکیں چلاتے جاویں گے تو بالآخر وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اور کامیابی تک ان پر غفر اور رحم سایہ فگن رہیں گے۔ جماعت احمدیہ لاہور کسی نئے مذہب کا نام نہیں بلکہ ایک اصلاحی تحریک کا نام، اس کا مقصد صرف اور صرف اسلام کے اصولوں اور تعلیمات کو اپنی اصل شکل میں پیش کرنا اور ان اصولوں کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی کوشش ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اسلام کی تعلیمات ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کی بدولت امن عالم قائم ہو سکتا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جس میں آفاقیت کا تصور پایا جاتا ہو اور اس کی تعلیمات دائمی اور مکمل ہوں۔

(اعادہ)

☆☆☆☆

اللہ ہی دلوں کی مردہ زمین کو روحانی بارش سے زندہ کرتا ہے

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 5 جون 2019ء بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: "**جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔ ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو**"۔

(سورۃ الحدید آیت 17)

سب کو عید مبارک کہتے ہوئے میں خطبہ کا آغاز کرتا ہوں۔ ہم آج عید منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ **عید عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے وہ خوشی جو بار بار لوٹ کر آئے**۔ دین کو جس پہلو سے دیکھا جائے اس کا ایک ظاہری اور ایک روحانی پہلو یعنی باطنی پہلو ہوتا ہے اور اسلام کے تمام تہواروں کو اور اُن کے ساتھ وابستہ خوشی کو مناتے ہوئے روحانی رنگ کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ **حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ اس زمانے کے مجدد، مسیح موعود، مہدی معہود نے آج سے ایک سو انیس سال پہلے جو عید الفطر 2 فروری کو قمری کیلینڈر کے مطابق آئی تھی اس میں آپؑ نے باطنی پہلو کے اوپر خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ "ظاہری خوشی ضرور منائیں مگر یاد رکھیں کہ اسلامی تہوار پاکیزگی کی بنیاد پر ہوتے ہیں، بظاہر روکا نہیں کہ صاف ستھرے نئے کپڑے پہن لیے جائیں، اچھے کھانے کھائیں جائیں، تحفے تحائف دیئے جائیں لیکن اہمیت روحانیت کے پہلو اور پاکیزگی کو دی جائے**۔

اسلام کے احکامات کے اوپر چلتے ہوئے، جب ہم مسجد کی طرف آتے ہیں تو ہم درود شریف اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے آتے ہیں اور جاتے وقت ترجیحاً رستہ بدلتے ہوئے اللہ کی حمد کرتے ہوئے گھر کو لوٹتے ہیں۔ نماز میں بھی جیسے ہم سب نے ابھی ادا کی اضافی 12 تکبریں کہی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں 7 اور دوسری رکعت میں 5 اضافی تکبریں ادا کیں اور ظاہر ہے کہ **تکبیر کہتے وقت اگر ہم دل میں اللہ کی بڑائی رکھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں تو اُس کا ایک خاص دل پر اثر پڑتا ہے۔ اپنے آپ کو بالکل سب سے دنیا کا حقیر ترین شخص سمجھ کر اور اللہ کو بلند ترین ہستی سمجھ کر جب اللہ اکبر کہا جائے وہ ایک خاص معنی رکھتا ہے ورنہ یہ بھی ایک گنتی پوری کرنے والی بات بن جاتی ہے**۔

قرآن کی جو آیت میں نے خطبہ کے شروع میں تلاوت کی وہ قرآن کریم کی اُن آیات میں سے ایک ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے اور قرآن کی مثالیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ہمارے مشاہدہ کی چیزوں میں شامل ہوتی ہیں۔ اس جگہ خدا نے ایک عام مشاہدہ کی بات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ: "**جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا**" ہم خشک سالی، قحط، کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو دیکھتے ہیں کہ زمین کیسے خشک پڑ جاتی ہے اس میں جو پودے اُگنے والے ہوتے ہیں وہ بالکل اُگنے بند ہو جاتے ہیں۔ فصلیں ضائع ہو جاتی ہیں لیکن اگر تھوڑی سی بارش آ جائے تو ساری مخلوق خاص کر کسانوں کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ ایسی مثالیں عام فہم ہونے کی وجہ سے قرآن پڑھنے والوں کو ایک مخصوص پیغام دیتی ہیں۔ اکثر ہمیں اللہ کا خوف تب آتا ہے جب کچھ عرصہ بارش نہ ہو اور ہمیں خطرہ لاحق ہو جائے کہ فصلیں ضائع ہو جائیں گی۔

ان مثالوں میں اللہ تعالیٰ ایک ظاہر کو بیان کر کے ایک روحانی نتیجہ نکلوانا چاہتا ہے۔ اس سے ہم یہ سوچیں کہ روحانی زندگی میں اس کو کیسے ہم شامل

کر سکیں گے ۔ اس آیت میں ایک زمین کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا جس کو اُس نے پھر زندگی دینی تھی اور وہ جب جہان میں فساد ہی فساد تھا، خدا سے دوری ہی دوری تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر واضح کر دیا کہ یہ جو بظاہر روحانی خشک سالی نظر آتی ہے یہ انشاء اللہ قرآن جو ایک بارش کی طرح نازل ہوا ہے اس پر جب لوگ ایمان لائیں گے اور عمل کریں گے تو اُن کی روحانی حالت لہلاتی کھیتی کے مانند ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے براہین احمدیہ کے حاشیہ صفحہ 352-351 میں حضرت صاحبؑ نے اس کی یوں تشریح کی ہے کہ ''یہ خدا کی کمال روحانیت کی ایک بزرگ تجلّی تھی کہ جو اس میں ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا۔ جس کا نام فرقان ہے، جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے، جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا۔ وہ اس وقت زمین پر نازل ہوا جب زمین ایک موت روحانی کے ساتھ مر چکی تھی اور بر و بحر میں ایک بھاری فساد واقع ہو چکا تھا۔ (اگر ہم غور کریں تو حضرت صاحبؑ کا ایک ایک فقرہ قرآن کی آیت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ آپؑ تمام بات قرآن کی آیتوں کے ذریعہ بیان کر رہے ہیں) پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا کہ **اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا** یعنی'' زمین مر گئی تھی اب خدا اس کو نئے سرے سے زندہ کرتا ہے''

''اب اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نزول قرآن شریف کا کہ جو زمین کے زندہ کرنے کے لئے ہوا یہ صفت رحمانیت کے جوش سے ہوا (اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت یہ ہے کہ وہ انسان کو بن مانگے عطا فرماتا ہے، وہ صفت رحمانیت ہندو، عیسائی، سکھ، یہودی سب کے لئے یکساں ہے)'' وہی صفت ہے جو کبھی جسمانی طور پر جوش مار کر قحط زدوں کی خبر لیتی ہے۔ اور بارانِ رحمت خشک زمین پر برساتی ہے اور وہی صفت کبھی روحانی طور پر جوش مار کر اُن بھوکوں اور پیاسوں کی حالت پر رحم کرتی ہے کہ جو ضلالت اور گمراہی کی موت تک پہنچ جاتے ہیں اور حق اور صداقت کی غذا کے جو روحانی زندگی کا موجب ہے ان کے پاس نہیں رہتی۔ پس رحمان مطلق جیسا جسم کی غذا کو اس کی حاجت کے وقت عطا فرماتا ہے ایسا ہی وہ اپنی رحمت کاملہ کے تقاضا سے روحانی غذا کو بھی ضرورت حقہ کے وقت مہیا کر دیتا ہے، ہاں یہ بات درست ہے کہ خدا کا کلام اُن ہی برگزیدہ لوگوں پر نازل ہوتا ہے جن سے خدا راضی ہے اور اُن ہی سے وہ مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے جن سے وہ خوش ہے''۔

(براہین احمدیہ صفحہ 352-351 حاشیہ)

اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے اور تمام جسمانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور رحمٰن ہونے کی وجہ سے وہ جہاں جسمانی تقاضے پورے کر رہا ہے وہاں پر روحانی تقاضے بھی پورے کر رہا ہے۔ قرآن کریم کا نزول بھی رحمانیت کی صفت کے تحت ہوا۔ اور جب جب یہ روحانی خشک سالی زمانوں میں آتی ہے اللہ تعالیٰ رحمت و ہدایت کا مینہ برساتا ہے۔ رسول کریم صلعم کے زمانہ میں جب کفر، شرک اور خدا کے نہ ماننے والے دنیا پر چھائے ہوئے تھے اُس وقت جب رحمانیت کی بارش برسی تو اسلام جیسی طاقت دنیا میں آئی۔ پھر مسیح موعود کے زمانہ میں جب لوگ پھر اسلام سے دور ہوئے تو عین وقت کے تقاضا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنا مسیح الزماں، مجدد الزماں بھیجا اور اس وقت کی جتنی روحانی بیماریاں تھیں اس نے اُن کا بروقت علاج کیا اور فرشتہ سیرت لوگ دنیا میں پیدا ہوئے۔

ازالہ اوہام میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ''یہ عام محاورہ قرآن شریف ہے کہ زمین کے لفظ سے انسانوں کے دل اور اُن کی باطنی قویٰ مراد ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ ایک جگہ فرماتا ہے **اعلموا ان اللّٰہ یحیی الارض بعد موتھا** (یہ زمین کو کہہ کر انسان کے دل اور اس کی روحانی حالت کی طرف اللہ نے اشارہ فرمایا ہے)۔

اب اگر ہم دیکھیں کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم فضل ہے کہ اس نے رمضان کے ماہ میں قرآن کریم جیسی کتاب نازل فرما کر ہر قحط زدہ دل کے لئے ہر سال ایک مسلسل ماہ کے لئے ایک بارش روحانی نازل فرمائی جو قلب پر اثر کرتی ہے اور اس مردہ زمین کو یعنی اس کے قلب کو جو وقت گزرنے کے ساتھ خشکی کی طرف مائل ہو چکے ہوتے ہیں ان میں جب بارانِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور وہ قرآن پر ایک مہینہ کے لئے پورا پورا عمل کرنے کی اپنے بس میں جتنی کوشش ہے وہ کرتے ہیں تو اس بارش، ان عبادات اور اس قرآن پر عمل کا جو اثر ہوتا ہے وہ ہمارے دل کی خشک کھیتیوں کو لہلاتی فصل کی مانند کر دیتا ہے۔ رمضان شریف میں اس کا مشاہدہ ہم نے کیا، بہتوں نے فائدہ اُٹھایا، بہتوں نے سمجھا کہ روزے صرف بھوک پیاس کا نام نہیں ہے یہ عمل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کو پانے کا اور اس کے قریب ترین ہونے کا ذریعہ ہے۔

اب ہم اس کسان کی خوشی کا اندازہ لگائیں جس کی مثال قرآن نے دی ہے۔ جس کی زمین خشک ہو چکی تھی۔ اس کی دعاؤں یا نہ دعاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی اور وہ کیا خوشی ہوگی کہ اس کی فصل دوبارہ سے اُگنے لگی اور اس کی نا اُمیدی اُمید میں بدل گئی تو اسی طرح اگر ہم نے قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے ایک مہینہ اپنے دلوں پر بھی برستی بارش برستی دیکھی اس کا ہم تصور دل میں لائیں کہ اس نے ہمارے دلوں میں اور ہماری روح میں ہماری اس محنت کے صلہ میں کیا تبدیلی لائی ہوگی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم اور فرض سمجھ کر عمل کیا تو ہمیں یقین ہے کیونکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ جب خشک زمین پر بارش پڑتی ہے تو فصل اُگتی ہے۔ اس لئے ہم اپنی روحانی حالت کو اس تصور کی طرف لے جائیں تو پھر اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اندر کیا فصل اُگی ہوگی۔ کسی نے زیادہ محنت کی ہوگی تو زیادہ فصل اُگی ہوگی۔ کسی نے شاید اپنی عبادات کی کثرت سے ان فصلوں پر روحانی یوریا ڈالا ہو تو اس کا کئی گنا نتیجہ پایا ہوگا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کسان جو مایوس تھا کہ اُس کی فصل ضائع ہو رہی ہے یا ضائع ہو چکی ہے تو کہیں سے بارش اللہ تعالیٰ نے نازل کر دی۔ اس کی خوشی کی انتہاء ہم نے تصور کر لی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہی کسان جو خوشی سے پھولے نہیں سماتا وہ جا کر اپنے ہاتھوں سے اس فصل میں گائے، بکریاں چھوڑ دے یا خود اس کو اپنے ہاتھوں ضائع کرنے لگ جائے گا۔ کیا ایسا ممکن ہے ؟ لیکن ہمارے اندر کی جو روحانی فصل ہے اس کو ضائع کرنے کی طرف جب ہم نکلتے ہیں تو اس کی طرف سورۃ النحل کی آیت 92-91 کی تلاوت کر کے آپ کی توجہ دلاتا ہوں: ''اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، جب تم عہد کر لو اور قسموں کے اُن کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو، اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن کر چکے ہو، اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو'' (91) ''اور اُس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت کر کے کاتا ہوا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا''

اس مثال میں ایک عورت جو سارا دن کپڑا بنتی ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ خواتین سویٹر وغیرہ بنتی ہیں۔ اگر وہ ٹھیک ٹھاک بنی سویٹر مکمل ہونے پر دوبارہ سے اُدھیڑ دے اور پھر بُننے لگ جائے اور پھر مکمل ہونے پر اُدھیڑ دے اور یہ سلسلہ بار بار جاری رکھے تو یہ پاگل پن نہ ہوا تو پھر کیا ہوا؟ اس مثال کو ذہن میں رکھ کر اگر ہم سوچیں کہ کیا ہمارے اوپر یہ مثال لاگو تو نہیں؟ کیا ہم اس پاگل پنے کے سارا سال شکار تو نہیں ہو جاتے ؟ کہ جب ہم پورا مہینہ رمضان میں عبادات کر کے، خدا کے ساتھ وعدے، عہد، ارادے کر کے کہ اب ہم نے جو پا لیا ہے اس پر قائم رہیں گے نمازیں پڑھا کریں گے، قرآن پڑھا کریں گے، رمضان میں کی گئی نیکیاں جاری رکھیں گے، تمام غلطیاں اور خطائیں جن سے توبہ کی ہے وہ دوبارہ نہیں سرزد ہونے دیں گے۔ یہ ہم سب نے اپنے دلوں میں ارادے اور عہد کیے ہیں۔ عہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عدالت میں جا کر جج کے سامنے ہاتھ اُٹھا دیا، وہاں پر بھی جھوٹی گواہیاں آ جاتی ہیں لیکن یہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ ہماری نیت

اب اگر ہم دیکھیں کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم فضل ہے کہ اس نے رمضان کے ماہ میں قرآن کریم جیسی کتاب نازل فرما کر ہر قحط زدہ دل کے لئے ہر سال ایک مسلسل ماہ کے لئے ایک بارش روحانی نازل فرمائی جو قلب پر اثر کرتی ہے اور اس مردہ زمین کو یعنی اس کے قلب کو جو وقت گزرنے کے ساتھ خشکی کی طرف مائل ہو چکے ہوتے ہیں ان میں جب بارانِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور وہ قرآن پر ایک مہینہ کے لئے پورا پورا عمل کرنے کی اپنے بس میں جتنی کوشش ہے وہ کرتے ہیں تو اس بارش، ان عبادات اور اس قرآن پر عمل کا جو اثر ہوتا ہے وہ ہمارے دل کی خشک کھیتیوں کو لہلاتی فصل کی مانند کر دیتا ہے۔ رمضان شریف میں اس کا مشاہدہ ہم نے کیا، بہتوں نے فائدہ اُٹھایا، بہتوں نے سمجھا کہ روزے صرف بھوک پیاس کا نام نہیں ہے یہ عمل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کو پانے کا اور اس کے قریب ترین ہونے کا ذریعہ ہے۔

اب ہم اس کسان کی خوشی کا اندازہ لگائیں جس کی مثال قرآن نے دی ہے۔ جس کی زمین خشک ہو چکی تھی۔ اس کی دعاؤں یا نہ دعاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی اور وہ کیا خوشی ہوگی کہ اس کی فصل دوبارہ سے اُگنے لگی اور اس کی نا اُمیدی اُمید میں بدل گئی تو اسی طرح اگر ہم نے قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے ایک مہینہ اپنے دلوں پر بھی برستی بارش برستی دیکھی اس کا ہم تصور دل میں لائیں کہ اس نے ہمارے دلوں میں اور ہماری روح میں ہماری اس محنت کے صلہ میں کیا تبدیلی لائی ہوگی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم اور فرض سمجھ کر عمل کیا تو ہمیں یقین ہے کیونکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ جب خشک زمین پر بارش پڑتی ہے تو فصل اُگتی ہے۔ اس لئے ہم اپنی روحانی حالت کو اس تصور کی طرف لے جائیں تو پھر اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اندر کیا فصل اُگی ہوگی۔ کسی نے زیادہ محنت کی ہوگی تو زیادہ فصل اُگی ہوگی۔ کسی نے شاہد اپنی عبادات کی کثرت سے ان فصلوں پر روحانی یوریا ڈالا ہو تو اس کا کئی گنا نتیجہ پایا ہوگا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کسان جو مایوس تھا کہ اُس کی فصل ضائع ہو رہی ہے یا ضائع ہو چکی ہے تو کہیں سے بارش اللہ تعالیٰ نے نازل کر دی۔ اس کی خوشی کی انتہاء ہم نے تصور کر لی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہی کسان جو خوشی سے پھولے نہیں سماتا وہ جا کر اپنے ہاتھوں سے اس فصل میں گائے، بکریاں چھوڑ دے یا خود اس کو اپنے ہاتھوں ضائع کرنے لگ جائے گا۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ لیکن ہمارے اندر کی جو روحانی فصل ہے اس کو ضائع کرنے کی طرف جب ہم نکلتے ہیں تو اس کی طرف سورۃ النحل کی آیت 92-91 کی تلاوت کر کے آپ کی توجہ دلاتا ہوں: ''اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، جب تم عہد کر لو اور قسموں کے اُن کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو، اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن کر چکے ہو، اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو'' (91) ''اور اُس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت کر کے کاتا ہوا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا''

اس مثال میں ایک عورت جو سارا دن کپڑا بنتی ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ خواتین سویٹر وغیرہ بنتی ہیں۔ اگر وہ ٹھیک ٹھاک بنی سویٹر مکمل ہونے پر دوبارہ سے اُدھیڑ دے اور پھر بُننے لگ جائے اور پھر مکمل ہونے پر اُدھیڑ دے اور یہ سلسلہ بار بار جاری رکھے تو یہ پاگل پن نہ ہوا تو پھر کیا ہوا؟ اس مثال کو ذہن میں رکھ کر اگر ہم سوچیں کہ کیا ہمارے اوپر یہ مثال لاگو تو نہیں؟ کیا ہم اس پاگل پنے کے سارا سال شکار تو نہیں ہو جاتے؟ کہ جب ہم پورا مہینہ رمضان میں عبادات کر کے، خدا کے ساتھ وعدے، عہد، ارادے کر کے کہ اب ہم نے جو پا لیا ہے اس پر قائم رہیں گے نمازیں پڑھا کریں گے، قرآن پڑھا کریں گے، رمضان میں کی گئی نیکیاں جاری رکھیں گے، تمام غلطیاں اور خطائیں جن سے توبہ کی ہے وہ دوبارہ نہیں سرزد ہونے دیں گے۔ یہ ہم سب نے اپنے دلوں میں ارادے اور عہد کیے ہیں۔ عہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عدالت میں جا کر جج کے سامنے ہاتھ اُٹھا دیا، وہاں پر بھی جھوٹی گواہیاں آ جاتی ہیں لیکن یہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ ہماری نیت

بھی جانتا ہے، اس سے ہم جو کچھ چھپائیں گے وہ چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے یہ جو عہد ہم نے کیے، یہ جو ہم نے حاصل کیا اور پھر یا اس کسان کی مثال لیں جو اپنی فصل کو خود روندھتا پھرتا ہے یا اس عورت کی جو سارا سویٹر بن کر سارے کو اڈھیر دیتی ہے۔ تو یہ عمل کسی نہ کسی طریقہ سے شیطان جو رمضان میں قید ہوتا ہے آج وہ اپنے آپ کو آزاد پاتا ہے اور آج ہی سے وہ حملے شروع کر دیتا ہے کہ کیسے ان پختہ ارادوں کو وہ ختم کرے۔ ہمارے لئے آج یہ چیلنج ہے۔ **عید تب عید ہوگی، خوشی تب خوشی ہوگی جب ہم اس چیلنج میں کامیاب ہوجائیں گے۔ ہم نے اپنی روحانی فصل خراب نہیں ہونے دینی، یہ ارادہ آج اگر ہوجائے تو پھر ہم کامیاب ہوجائیں گے۔**

تیسری مثال حضرت صاحب کی تصنیفات کی روشنی میں جس کا مفہوم یوں ہے کہ انہوں نے ہود کی اونٹنی کی مثال دی ہے ''ناقتہ اللہ'' جس کا قرآن میں ذکر آتا ہے۔ اس کے متعلق کہا کہ اس کو کھلا چھوڑو، اس کو کھانے پینے دو، ورنہ تم پر خدا کا عذاب آجائے گا۔ لیکن اُس قوم نے اس حکم کی نافرمانی کی اور اس اونٹنی کو انہوں نے مار ڈالا اور پھر ان پر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق عذاب آ گیا۔ اور اللہ کی ناپسندیدگی آ گئی۔ اللہ کا صبر بہت زیادہ ہے لیکن ہر چیز کا حساب مالک یوم الدین کے پاس جاتا ہے۔

اسی لئے ہم اپنے اپنے دلوں میں یہ ارادہ کریں کہ رمضان میں ہم نے جو عہد کیے ہیں اُن کو نبھائیں گے اور حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں کہ یہ جو آپ کی روح ہے یہ ناقتہ اللہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے۔ اس کو آپ نے بھوکا پیاسا پایا جب رمضان شروع ہوا۔ آپ کی عبادات اس کی نشو و نما کا موجب ہوئیں اور یوں اس کو آپ نے کھلا چرنے اور پانی پینے کا موقعہ دیا۔ لیکن اگر ہم اس پلی پلائی اونٹنی پر تھوڑا تھوڑا پانی اپنے اعمال کی وجہ سے کم کرتے جائیں تو پھر حضرت صاحبؑ کے مطابق اس روح جو ناقتہ اللہ ہے اس کا خون ہمارے سر ہوگا اور ہم پچھتائیں گے جیسے وہ قوم نافرمان پچھتائی۔ اسی لئے ہمیں اس طرف توجہ دینی ہے کہ روزوں کا مطلب یہ نہیں کہ اب سٹرٹیفکیٹ مل گیا ہے۔ اب اگلے رمضان تک دوبارہ سے جو ہونا ہے وہ ہونے دو۔ جب دوبارہ رمضان آئے گا پھر اس اونٹنی کو پانی دے دیں گے۔ **کس کے پاس ضمانت ہے کہ اگلا رمضان اس کو نصیب ہوگا؟ ہم اپنا ہر سانس ایسا سمجھیں کہ یہ آخری سانس ہے، ہر پلک کا جھپکنا ہمارا آخری پلک کا جھپکنا ہے، ہر ادا کیا لفظ ہماری زندگی کا آخری لفظ ہے، وہ لفظ چاہے نیکی کا لفظ ہو یا غیبت ہو، گالی گلوچ ہو، جھوٹ ہو یا وہ کسی پر افتراء ہو۔ ہماری جو نماز قضاء ہو وہ شاید آخری نماز ہو جو ہمیں نصیب ہونی تھی اور جس میں اللہ تعالیٰ نے ہماری بخشش فرمانی تھی اسے ہم نے اپنے ہاتھوں سے وہ موقعہ گنوا دیا۔ اس چیز کو دل میں رکھ کر ہم اپنی وہ تمام محنتیں استطاعت جاری رکھیں۔ اگلے گیارہ ماہ تک ہماری کوشش ہو کہ یہ فصل بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے نہ کہ ہم اپنے ہاتھوں ایک کھڑی سر سبز فصل کو ضائع کر دیں۔**

یہ ہمارا پختہ ارادہ ہو کہ چاہے رمضان نہ بھی ہو پنج وقتہ نماز ادا کرتے رہیں گے، راتوں کو بستر چھوڑ چھوڑ کر دعائیں کرتے رہیں گے۔ آئیں اس عید کو ہم ہمیشہ رہنے والی خوشی بنانے کی خاطر ایک ارادہ لے کر اپنے اپنے گھروں کو جائیں اور وہ یہ ہو کہ ہم اپنی زندگی کے مقصد جس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا۔ اس کو پانے کی پوری کوشش کریں گے اور وہ مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عبادت گذار بندے بنیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وما خلقتُ الجن و الانس الا لیعبدون'' اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں'' (الذاریات آیت 56) اور عبادت اس چیز کو نام ہے کہ اپنی زندگی کے ہر لحہ اللہ کی خوشنودی میں صرف ہو اور ہم ہر بات سے اپنے دل سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس میں خوشنودی ہے یا نہیں؟۔

اللہ کے فضل سے ہماری جماعت میں لوگ رشوت نہیں لیتے، چوری

نہیں کرتے، ڈاکے نہیں ڈالتے، لیکن اگر کہیں دل میں بدی کا خیال آتا ہے تو پھر ایک سوال پوچھنے کے بعد وہ کام کریں کہ کیا اس کام میں اللہ کی خوشنودی ہے یا نہیں؟۔ اگر جواب ہو کہ ہاں اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی تو پھر ہی اس پر عمل کریں۔ کبھی یہ جواب نہیں آئے گا کہ جھوٹ بولو، نمازیں نہ پڑھو، جتنے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جسم کے حصے دیئے ہیں ہر ایک میں اچھائی اور برائی کرنے کی طاقت رکھی ہے اور اس میں ہمیں ہمیشہ سوال کرنا ہے کہ مثلاً یہ زبان سے جو میں اس وقت کہہ رہا ہوں یہ اچھا ہے جاری رکھوں یا بُرا ہے لہٰذا میں چپ کر جاؤں اور توبہ کرلوں۔ **اسی لئے احادیث میں آتا ہے کہ رمضان میں کوئی بھی بُری بات کہے تو آپ کہیں کہ میں روزے سے ہوں۔ یہ تصور میں لے کر چلیں کہ روحانی روزہ ختم نہیں کرنا، صرف کھانا پینا آزاد ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ نے روحانی روزہ سے آزادی نہیں دی۔**

جس آیت پر میں آج کا خطبہ ختم کروں گا وہ سورۃ الحدید کی 20ویں آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے بارش کی مثال کی طرح جس کا سبزا کسانوں کو خوش لگتا ہے پھر وہ خشک ہوجاتا ہے تو اسے زرد دکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہوجاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔**"

اس قرآنی مثال میں فصلوں کا سبز ہونا، ان کا رنگ بدلنا، ان کا چورا چورا ہونا انسانی زندگی کے مراحل ہیں وہ کبھی جوان ہوگا، کبھی بوڑھا ہوگا اور کبھی بستر پر لیٹا ہوگا اور کچھ کرنے کے قابل نہ رہے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب اس فصل کو بہتر پاتے ہو تو اس کا بہتر فائدہ اُٹھاؤ ورنہ ہر انسان پر وہ وقت آنا ہے کہ یہ رنگ بھی بدلے گا اور چورا چورا بھی ہوگا۔

ہمارے پاس یہی محدود وقت ہے کہ ہم جانیں کہ نہ ہم اس دنیا کو ہم کھیل اور تماشہ اور آپس میں فخر کی باتیں اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنے کی باتوں میں ضائع نہیں کرنا بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے استعمال کرنا ہے اور ان سب آیات کا نچوڑ صرف ایک جملہ میں ہمارے امام الزماںؑ نے بیعت کا حصہ بنا کر ہمیں کہلوادیا ہے کہ

"دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے"

اگر ہم ہر کام کرنے سے پہلے پوچھیں کہ اس میں اللہ کی رضا ہے کہ نہیں اور دوسرا یہ کہ یہ چیز دین کے لئے بہتر ہے یا دنیا کے لئے بہتر ہے تو ہمارے لئے فیصلہ کرنا آسان ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقام کو پانے کی توفیق عطا فرمائے گا جو اس کی رضا حاصل ہوجانے کا مقام ہے۔

آج کے خوشی کے دن ہمیں ہمیشہ وہ لوگ یاد آتے ہیں جو اس دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ یہاں ایسے لوگ بیٹھے ہیں جن کی مائیں، باپ، اولادیں، بہن، بھائی، رشتہ دار اور قریبی تعلق دار اس سال ان کو چھوڑ کر اللہ کے ہاں چلے گئے۔ چاہے کسی قریبی کی جدائی کو کتنے ہی سال گزر جائیں درد باقی رہتا ہے۔ **عید کی خوشی میں اپنے اُن مرحومین کو یاد رکھنا اور اُن کے لئے دعا کرنا ہمارا فرض بن جاتا ہے۔** اس لئے ہم ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ کوئی انسان ایسا نہیں جو کہے میرا تو کوئی فوت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو بخش دے، سب کو اونچے مقام عطا فرمائے اور پیچھے رہنے والوں کو صبر عطا فرمائے **لیکن یہ چیز ہم یاد رکھیں کہ اُن لوگوں کی زندگیاں احمدیت سے وابستہ تھیں، ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس جماعت کی حفاظت کے لئے اور اس ملک کی حفاظت کے لئے بہت دعائیں کرنی ہے۔ بیماروں کی صحت، طالب علموں کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرے۔ بے اولادوں کی تمنا پوری فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو جو بھی مسائل ہیں ان میں ہمیں اللہ تعالیٰ سرخرو کرے۔**

آمین

رجل فارس کی پُر معارف کتاب ''حقیقت الوحی''

سے ماخوذ، عارفانہ کلام کی کچھ روحانی چاشنیاں

انتخاب از: عبدالحفیظ (جموں کشمیر)

''۔۔۔۔ایک وہ زمانہ تھا کہ پادری لوگ محض اپنے تعصب سے یہ بکواس کرتے تھے کہ قرآن شریف میں کوئی پیشگوئی نہیں اور علماء اسلام جواب تو دیتے تھے مگر سچ بات تو یہ ہے کہ پیشگوئیوں اور خوارق کے منکر کا جواب دینا اُسی شخص کا کام ہے جو پیشگوئی دکھلا بھی سکے۔ ورنہ محض باتوں سے یہ تنازعہ فیصلہ پا تا نہیں ۔ پس جبکہ پادریوں کی تکذیب انتہاء تک پہنچ گئی تو خدا نے حجتِ محمدیہؐ پوری کرنے کے لئے مجھے بھیجا۔ اب کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں۔ میں بے وقت نہیں آیا۔ میں اُس وقت آیا کہ جب اسلام، عیسائیوں کے پیروں کے نیچے کچلا گیا۔

اے آنکھ کے اندھو! تمہیں سچائی کا مخالف بننا کس نے سکھلایا! دین تباہ ہو گیا اور بیرونی حملوں اور اندرونی بدعات نے تمام اعضاء دین کے زخمی کر دیئے اور صدی میں سے بھی تیئیس 23 برس گذر گئے اور کئی لاکھ مسلمان ہو کر خدا اور رسولؐ کے دشمن ہو گئے مگر تم کہتے ہو کہ اس وقت کوئی خدا کی طرف سے تو نہیں مگر دجال آیا۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا اب وہ زمانہ آیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمدؐ عربی جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اُس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اُسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا اُس کے غلاموں (اس کے متعلق ایک الہامی شعر بھی ہے جو یہ ہے ''برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے'' (حاشیہ صفحہ 27) اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو! تم کفر کہو یا کچھ کہو تمہاری تکفیر کی اُس شخص کو کیا پرواہ ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر اُترا تھا وہی میرے دل پر بھی اُترا ہے۔ مگر اپنی تجلی میں اُس سے زیادہ۔ وہ بھی بشر تھا اور میں بھی بشر ہوں اور جس طرح دھوپ دیوار پر پڑتی ہے اور دیوار نہیں کہہ سکتی کہ میں سورج ہوں اس لئے ہم دونوں ان تجلیات سے اپنے نفس کی کوئی ذاتی عزت نہیں نکال سکتے کیونکہ وہ حقیقی آفتاب کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے الگ ہو کر پھر دیکھ کہ تجھ میں کونسی عزت ہے۔۔۔۔ پس چونکہ عیسیٰ انسان تھا اس لئے انسانی آزمائشیں اُس کو پیش آئیں اور عیسیٰ کی دعاؤں میں بھی کوئی اقتدار نہ تھا صرف انسان کی طرح جناب الٰہی میں عجز و نیاز تھا یہی وجہ ہے کہ باغ والی دعا میں اس قدر وہ رویا کہ اُس کے کپڑے آنسوؤں سے بھر گئے مگر باوجود اس کے عیسائی کہتے ہیں کہ پھر بھی وہ دعا قبول نہ ہوئی لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ قبول ہو گئی اور خدا نے اس کو صلیب سے بچالیا اور صرف یونس کی طرح قبر میں داخل ہوا اور یونس کی طرح زندہ ہی داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ اس کا رونا اور اس کی روح کا گداز ہونا موت کے قائم مقام تھا۔ ایسی دعائیں قبول ہوتی ہیں جیسی مریم کے بیٹے نے باغ میں کی۔ (''مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے سولی دیئے جانے کی

نسبت کوئی خواب دیکھی ہوگی اس لئے ان کے دل میں یہ خوف دامنگیر ہوا کہ اگر میں سولی دیا گیا تو شریر یہودی لعنتی ہونے کی تہمت میرے پر لگائیں گے۔ پس اسی وجہ سے انہوں نے جان توڑ کر دعا کی اور وہ دعا قبول ہوگئی اور خدا نے اس تقدیر کو اس طرح بدل دیا کہ بگفتن سولی پر چڑھائے گئے۔ قبر میں بھی داخل کئے گئے مگر یونس کی طرح زندہ ہی داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔ نبی بہادر ہوتے ہیں۔ ذلیل یہودیوں کا اُن کو خوف نہ تھا۔'' (حاشیہ ص275)

اس درگاہ بلند میں آسان نہیں دُعا

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

(حقیقت الوحی ص273 تا 275)

پنڈت لیکھرام آریہ کے بارے میں مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

''۔۔۔۔۔اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ لیکھرام کے قتل کئے جانے کی نسبت تین الہام ہیں: اول خونی فرشتہ جو میرے پر ظاہر ہوا اور اُس نے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔ دوسرا یہی الہام یعنی عجل جسد له خوار له نصب و عذاب یعنی لیکھرام گوسالہ سامری ہے اور گوسالہ سامری کی مانند وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا۔ تیسرا وہ شعر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا اور قبل از وقت یعنی پانچ سال لیکھرام کی موت سے پہلے شائع کیا گیا اور وہ شعر یہ ہے:

الا اے دشمنِ نادان و بیراہ

بترس از تیغ بُرّان محمدؐ

یعنی اے لیکھرام تو کیوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلوار سے جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی کیوں نہیں ڈرتا۔۔۔۔۔ہمیں اُس بدقسمت لیکھرام کی حالت پر نہایت افسوس آتا ہے کہ چند دن اسلام پر زبان درازی کر کے آخر اس نے جوانا مرگ جان دی اور وہ قریباً دو ماہ تک قادیان میں میرے پاس رہا تھا اور پہلے اس کی ایسی طبیعت نہیں تھی مگر شریر لوگوں نے اس کی طبیعت کو خراب کر دیا۔ اُس نے بڑی خواہش کے ساتھ یہ قبول کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور امورِ غیبیہ کھلتے ہیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا۔ مگر قادیان کے بعض شریر الطبع لوگوں نے اس کے دل کو خراب کر دیا اور میری نسبت بھی ان نالائق ہندوؤں نے بہت کچھ جھوٹی باتیں اُس کو سنائیں تا وہ میری صحبت سے متنفر ہو جائے۔ پس ان بدصحبتوں کی وجہ سے روز بروز وہ ردّی حالت کی طرف گرتا گیا مگر جہاں تک میرا خیال ہے ابتداء میں اس کی ایسی ردّی حالت نہ تھی۔ صرف مذہبی جوش تھا جو ہر ایک اہل مذہب حق رکھتا ہے کہ اپنے مذہب کی پابندی میں بپابندی حق پرستی وانصاف بحث کر کے وہ ایک مرتبہ اپنے قتل کئے جانے سے ایک برس پہلے لاہور کے اسٹیشن پر ایک چھوٹی سی مسجد میں مجھے ملا اور میں وضو کر رہا تھا اور وہ نمستے کر کے چند فٹ کھڑا رہا اور پھر چلا گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت نماز کی وجہ سے اُس سے بات نہ کر سکا اور مجھے بڑا افسوس ہے کہ قادیان کے ہندوؤں نے اس کو میری باتیں سننے کا موقع نہ دیا اور محض افتراء سے اُس کو جوش دلایا اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ خون اُن کی گردن پر ہے وہ باوجود اس قدر جوش کے اپنی طبیعت میں ایک سادگی بھی رکھتا تھا کیونکہ شریر لوگوں کی باتوں سے بغیر تفتیش اور تفحص کے متاثر ہو جاتا تھا اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اسکو ایک گوسالہ سے مشابہت دی۔ بہرحال ہم اس کی ناگہانی موت سے بغیر افسوس کے نہیں رہ سکتے مگر کیا کیا جاوے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھا وہ پورا ہونا ضروری تھا۔۔۔۔۔یہ تصویر ہم نے اس رسالہ میں اس لئے شائع کی ہے تا اگر ممکن ہو تو کوئی اس حالت سے عبرت پکڑے اور مذہبی مباحثات میں وہ طریق اختیار نہ کرے جو خدا کو پسند نہیں۔ اس امر کو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے کسی سے بغض نہیں ہے۔ اگرچہ میں لیکھرام کے معاملہ میں اس بات سے تو خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر دوسرے پہلو سے میں غمگین ہوں کہ وہ عین جوانی کی حالت میں مرا۔ اگر وہ میری طرف رجوع کرتا تو میں اس کے لئے دعا کرتا تا یہ بلاٹل جاتی۔ اس کے لئے ضروری نہ تھا کہ اس بلا کے ردّ کرانے کے لئے مسلمان ہو جاتا بلکہ صرف اس قدر ضروری تھا کہ گالیوں اور گندی زبان سے اپنے منہ کو رُوک لیتا اور اُس کی طرف سے یہ صریح ظلم تھا کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کامل علم اور وسیع واقفیت کے

کاذب اور مفتری کہتا تھا اور دوسرے تمام انبیاء علیہ السلام کو بھی گالیاں دیتا تھا اور جو برگزیدہ نبی ایسے وقت میں آیا کہ جب تمام عرب فارس اور شام اور رُوم اور تمام بلادِ یورپ مخلوق پرستی میں گرفتار تھے اور باقرار پنڈت دیانند اُس زمانہ میں تمام آریہ ورت بھی بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا اور کسی حصہ زمین میں خدا کی توحید قائم نہیں رہی تھی اور اسی نبیؐ نے ظاہر ہوکر توحید کو نئے سرے قائم کیا اور زمین پر خدا کے جلال اور عظمت کا سکہ جمایا اور ہزار ہا نشانوں اور معجزات سے اپنی سچائی ظاہر کی اور اب تک اس کے معجزات ظہور میں آرہے ہیں۔ پس کیا یہ شرافت اور تہذیب کا طریق تھا کہ ایسے عظیم الشان نبی کو جو خدا کے جلال کو زمین پر ظاہر کرنے والا اور بُت پرستی کو نابود کرنے والا اور نئے سرے توحید کو قائم کرنے والا تھا گندی گالیوں سے یاد کیا جاوے؟ اور کبھی بھی بس نہ کیا جاوے، بازاروں میں گالیاں دیں، عام مجموں میں گالیاں دیں، ہر ایک کوچہ اور گلی میں گالیاں دیں۔ خدا غضب میں دھیما ہے اور نہایت کریم اور رحیم ہے مگر آخر سرکش اور بے حیا کو پکڑتا ہے۔ معاملہ آخرت کا ابھی مخفی ہے مگر ایسے مذہب کو ضرور خدا کی طرف سے کہنا پڑتا ہے جو زندہ خدا کے زندہ نشان دکھاتا ہو۔ انسان ہر ایک عمدہ تعلیم کی نقل اُتار سکتا ہے مگر خدا کے نشانوں کی نقل نہیں اُتار سکتا۔ پس اس معیار کی رُو سے آج روئے زمین پر زندہ مذہب صرف اسلام ہے مگر باوجود اس کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہندوؤں کے پیشوا اوراوتار کاذب اور مکار تھے اور نہ (نعوذ باللہ) ہم ان کو گالیاں دیتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی آبادبستی اور ملک نہیں جس میں اُس نے کوئی نبی نہ بھیجا ہو جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وان من اُمۃ الا خلا فیھا نذیر یعنی کوئی ایسی اُمت نہیں جس میں خدا کا کوئی نبی نہ آیا مگر ہم اس عقیدہ کو سمجھ نہیں سکتے کہ باوجود خدا کے وسیع بلاد اور اقالیم کے جو سب اس کی ہدایت کے محتاج ہیں اور سب اس کے بندے ہیں پھر بھی خدا تعالیٰ کا قدیم سے آریہ ورت سے تعلق رہا اور دوسری قومیں اس کی براہ راست ہدایت سے محروم رہی ہیں۔ خدا کا موجودہ قانون بھی ہم اس کے برخلاف پاتے ہیں۔ وہ دوسرے ممالک میں اب بھی اپنی وحی اور الہام سے اپنے وجود کا پتہ دیتا ہے۔ اپنے بندوں کی نسبت خدا کی طرف سے یہ پکش پات اور طرفداری اس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی جو شخص اس کی طرف دل اور جان سے رجوع کرلے۔ وہ بھی اس کی طرف رجوع برحمت کرتا ہے خواہ ہندی ہو اور خواہ عربی۔ وہ کسی کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اس کی رحمت عام ہے۔ کسی خاص ملک سے محدود نہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ جسمانی طور پر بھی خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہر ایک جگہ پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک ملک میں پانی موجود ہے جیسا کہ آریہ ورت میں موجود ہے۔ ہر ایک ملک میں اناج موجود ہے جیسا کہ آریہ ورت میں موجود ہے۔ ہر ایک ملک میں وہ نعمتیں موجود ہیں جیسا کہ آریہ ورت میں موجود ہیں تو پھر جبکہ خدا نے جسمانی طور پر اپنے فیضان میں کسی قوم یا ملک سے فرق نہیں کیا تو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ روحانی طور پر اس نے فرق کیا ہے۔ اس کے سب بندے ہیں کیا کالے اور کیا گورے اور کیا ہندی اور کیا عربی۔ پس یہ غیر محدود صفات والا خدا کسی تنگ دائرہ میں محدود نہیں ہوسکتا اور اس کو محدود کرنا تنگ ظرفی اور نادانی ہے۔'' (کتاب حقیقت الوحی صفحہ 287 تا 291)

پھر صفحہ 293 کے حاشیہ پر مسیح موعودؑ یوں لکھتے ہیں کہ: ''لیکھرام نے بار بار مجھے لکھا تھا کہ میں کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔ مگر خدا تعالیٰ جو حکیم ہے ہر ایک کے مناسب حال اس کو کرامت دکھاتا ہے پس جبکہ لیکھرام کی زبان ہمارے نبی صلعم کو گالیاں دینے میں چھری کی طرح چلتی تھی۔۔۔۔ اس لئے خدا نے چھری کا ہی نشان دکھلایا اور اس کی بدزبان ایک چھری مجسم ہوکر اس کے اندر داخل ہوئی اور انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ یہی خدا کا ظاہری نشان ہے جو سن سکتا ہے وہ سنے۔

حقیقت الوحی کتاب کے نشان نمبر 133 میں مسیح موعودؑ کی درج ایک پیشگوئی:

''میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہوں تا ہم خدا تعالیٰ نے بعض پیشگوئیوں کو بطور موہبت انگریزی میں میرے پر ظاہر فرمایا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ 480-481-483-484 وصفحہ 522 میں یہ پیشگوئی ہے جس پر 25 برس گذر گئے اور وہ یہ ہے:

I love you. i am with you. Yes, i am happy. Life of pain. I shall help you. I can,

what i will do . We can, what we will do. God is comming by his army. He is with you, to kill enemy. The days shall come when God shall help you. Glory be to the Lord. God makes of earth and heaven.

ترجمہ: ”میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ ہاں میں خوش ہوں ۔ زندگی دُکھ کی (یعنی موجودہ زندگی تمہاری تکالیف کی زندگی ہے) میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں کرسکتا ہوں جو چاہوں گا۔ ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ خدائے ذوالجلال آفرینندہ زمین وآسمان“

یہ وہ پیشگوئی ہے کہ انگریزی میں خدائے واحد لاشریک نے کی حالانکہ میں انگریزی خوان نہیں ہوں۔ اور بکلی اس زبان سے ناواقف ہوں مگر خدا نے چاہا کہ اپنے آئندہ وعدوں کو اس ملک کے تمام شہرت یافتہ زبانوں میں شائع کرے۔ سو اس پیشگوئی میں خدا تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے کہ جو تمہاری موجودہ حالت دُکھ اور تکلیف کی ہے میں اس کو دور کروں گا اور میں تمہاری مدد کروں گا اور ایک فوج کے ساتھ تمہارے پاس آؤں گا اور دشمن کو ہلاک کروں گا اس پیشگوئی میں سے بہت کچھ حصہ پورا ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ نے ہر ایک نعمت کا دروازہ میرے پر کھول دیا ہے اور ہزار ہا انسان دل و جان سے میری بیعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس پیشگوئی کے وقت میں کون جانتا تھا کہ کس وقت اس قدر نصرت آئے گی۔ سو یہ عجیب پیشگوئی ہے جس کے الفاظ بھی ایک نشان ہیں یعنی انگریزی عبارت اور معانی بھی نشان ہیں کیونکہ ان میں آئندہ کی خبر ہے۔“ (حقیقت الوحی ص303 تا304)

مسیح موعودؑ کے لئے دو زرد چادروں اور دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُترنے کا نشان

”136۔ نشان۔ مجھے دماغی کمزوری اور دوران سر کی وجہ سے بہت سی ناطاقتی ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف تصنیف کے لائق نہیں رہی اور ایسی کمزوری تھی کہ گویا بدن میں روح نہیں تھی۔ اس حالت میں مجھے الہام ہوا۔ تُردُّ الیک انوار الشباب یعنی جوانی کے نور تیری طرف واپس کئے گئے۔ بعد اس کے چند روز میں ہی مجھے محسوس ہوا کہ میری گمشدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اسقدر طاقت ہو گئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے پورے طور پر میسر آ گیا۔ ہاں دو مرض میرے لائق حال ہیں۔ ایک بدن کے اُوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ اُوپر کے حصہ میں دوران سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونوں مرضیں اُسی زمانہ کے حصہ میں ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔ میں نے اُن کے لئے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا اور میرے دل میں القا کیا گیا کہ ابتداء سے مسیح موعود کے لئے یہ نشان مقرر ہے کہ وہ دو زرد چادروں کے ساتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا۔ سو یہ وہی دو زرد چادریں ہیں جو میری جسمانی حالت کے ساتھ شامل کی گئیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے زرّد چادر کی تعبیر بیماری ہے اور دو زرد چادریں دو بیماریاں ہیں۔ اور میرے پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی کھولا گیا ہے کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ پورا یادرہے کہ مسیح موعود کی خاص علامتوں میں سے یہ لکھا ہے کہ:

(۱): وہ دو زرد چادروں کے ساتھ اُترے گا۔ (۲): اور نیز یہ کہ دو فرشتہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا۔ (۳): اور نیز یہ کہ کافر اس کے دم سے مریں گے۔ (۴): اور نیز یہ کہ وہ ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا غسل کر کے حمام میں سے نکلا ہے اور پانی کے قطرے اس کے سر پر سے موتیوں کے دانوں کی طرح ٹپکتے نظر آئیں۔ (۵): اور نیز یہ کہ وہ دجال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ (۶): اور نیز یہ کہ وہ صلیب کو توڑے گا۔ (۷): اور نیز یہ کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا۔ (۸): اور اس کی اولاد ہوگی۔ (۹): اور نیز

یہ کہ وہی ہے جو دجال کا قاتل ہوگا۔ (۱۰): اور نیز یہ کہ مسیح موعود قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ فوت ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں داخل کیا جائے گا۔ وتلک عشرۃ کاملۃ

پس دو زرد چادروں کی نسبت ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ دو بیماریاں ہیں جو بطور خاص علامت کے مسیح موعود کے جسم کی بجائے روز ازل سے لاحق ہونا مقدر کیا گیا تھا۔۔۔۔۔۔اور دو فرشتوں سے مراد اس کے لئے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر ان کی اتمام حجت موقوف ہے (۱): ایک وہبی علم متعلق عقل اور نقل کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب کے اس کو عطا کیا جائے گا۔ (۲): دوسری اتمام حجت نشانوں کے ساتھ بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہوں گے اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُس کا اُترنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی ترقی کے لئے غیب سے سامان میسر ہوں گے اور ان کے سہارے سے کام چلے گا اور میں اس سے پہلے ایک خواب بیان کر چکا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں دی گئی ہے جس کا قبضہ تو میرے ہاتھ میں ہے اور نوک اس کی آسمان میں ہے اور میں دونوں طرف سے اس کو چلاتا ہوں اور ہر ایک طرف چلانے سے صدہا انسان قتل ہوتے جاتے ہیں جس کی تعبیر خواب ہی میں ایک بندہ صالح نے یہ بیان کی کہ یہ اتمام حجت کی تلوار ہے اور دہنی طرف سے مراد وہ اتمام حجت ہے جو بذریعہ نشانوں کے ہوگا اور بائیں طرف سے وہ اتمام حجت مراد ہے جو بذریعہ عقل اور نقل کے ہوگا اور یہ دونوں طور کا اتمام حجت بغیر انسانی کسب اور کوشش کے ظہور میں آئے گا۔ اور کافروں کو اپنے دم سے مارنا اس سے یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود کے نفس سے یعنی اس کی توجہ سے کافر ہلاک ہوں گے اور مسیح موعود کا ایسا دکھائی دینا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آبِ غسل کے قطرے اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں اس کشف کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توبہ اور تضرع سے اپنے اس تعلق کو جو اس کو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں یہ نہیں کہ انسانی سرشت کے برخلاف اس میں کوئی خارق عادت امر ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیا لوگوں نے اس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ بن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا جس نے کروڑ ہا انسانوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا تو کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسیٰ آسمان سے اُترے فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے منہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کی طرح قطرے اس کے بدن سے ٹپکتے ہوں۔ غرض مسیح موعود کے بدن سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکنے کے معنی جو میں نے لکھے ہیں وہ صحیح ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے تھے تو کیا اس سے کڑے ہی مراد تھے۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گائیاں ذبح ہوتے دیکھیں تو اس سے گائیاں ہی مراد تھیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے اور معانی تھے پس اسی طرح مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رنگ میں دیکھنا کہ گویا وہ غسل کر کے آتا ہے اور غسل کے قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنیوالا اور رجوع کرنے والا ہوگا۔ اور ہمیشہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور پاک رجوع کے پاک قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو غسل سے مشابہت دی ہے جیسا کہ نماز کی خوبیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے گھر کے دروازے کے آگے نہر ہو اور وہ پانچ وقت اس نہر میں غسل کرلے تو کیا اس کے بدن پر میل رہ سکتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ اسی طرح جو شخص پانچ وقت نماز پڑھتا ہے (جو جامع توبہ۔ اور استغفار اور دُعا اور تضرع اور نیاز اور تحمید اور تسبیح ہے) اس کے نفس پر بھی گناہوں کی میل نہیں رہ سکتی گویا وہ پانچ وقت غسل کرتا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے غسل کے بھی یہی معنی ہیں ورنہ جسمانی غسل میں کونسی کوئی خاص خوبی ہے۔ اس طرح تو ہندو بھی ہر روز صبح کو غسل کرتے ہیں اور غسل کے قطرے بھی ٹپکتے ہیں۔ افسوس کہ جسمانی خیال

کے آدمی ہر ایک روحانی امر کو جسمانی امور کی طرف ہی کھینچ کر لے جاتے ہیں اور یہود کی طرح اسرار حقائق سے نا آشنا ہیں۔

اور یہ امر کہ مسیح موعود دجال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا یعنی دجال بھی خانہ کعبہ کا طواف کرے گا اور مسیح موعود بھی اس کے معنی خود ظاہر ہیں کہ اس طواف سے ظاہری طواف مراد نہیں ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ دجال خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا یا یہ کہ مسلمان ہو جائے گا یہ دونوں باتیں خلاف نصوص حدیث ہیں۔ پس بہر حال یہ حدیث قابلِ تاویل ہے اور اس کی وہ تاویل جو خدا نے میرے پر ظاہر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک گروہ پیدا ہو گا جس کا نام دجال ہے وہ اسلام کا سخت دشمن ہو گا اور وہ اسلام کو نابود کرنے کے لئے جس کا مرکز خانہ کعبہ ہے چور کی طرح اس کے گرد طواف کرے گا تا اسلام کی عمارت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دے۔

اور اس کے مقابل پر مسیح موعود بھی مرکز اسلام کا طواف کرے گا جس کی تمثیلی صورت خانہ کعبہ ہے اور اس طواف سے مسیح موعود کی غرض یہ ہو گی کہ اس چور کو پکڑ لے جس کا نام دجال ہے اور اس کی دست درازیوں سے مرکز اسلام کو محفوظ رکھے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ رات کے وقت چور بھی گھروں کا طواف کرتا ہے اور چوکیدار بھی۔ چور کی غرض طواف سے یہ ہوتی ہے کہ نقب لگاوے اور گھر والوں کو تباہ کرے اور چوکیدار کی غرض طواف سے یہ ہوتی ہے کہ چور کو پکڑے اور اس کو سخت عقوبت کے زندان میں داخل کرا دے تا اس کی بدی سے لوگ امن میں آ جائیں۔ پس اس حدیث میں اسی مقابلہ کی طرف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں وہ چور جس کو دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ناخنوں تک زور لگائے گا کہ اسلام کی عمارت کو منہدم کر دے۔'' ''خدا تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ وہ دجال جس سے ڈرایا گیا ہے وہ آخری زمانہ کے گمراہ پادری ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کا طریق چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس نے سورۃ ممدوحہ میں یہی دعا سکھلائی ہے کہ ہم خدا سے یہ چاہتے ہیں کہ ایسے یہودی نہ بن جائیں جن پر حضرت عیسیٰ کی نافرمانی اور عداوت سے غضب نازل ہوا تھا اور نہ ایسے عیسائی بن جائیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی تعلیم کو چھوڑ کر اس کو خدا بنا دیا تھا اور ایک ایسا جھوٹ اختیار کیا جو تمام جھوٹوں سے بڑھ کر ہے اور اس کی تائید میں حد سے زیادہ فریب اور مکر استعمال میں لائے اس لئے آسمان پر ان کا نام دجال رکھا گیا اگر کوئی اور دجال ہوتا تو اس آیت میں اس سے پناہ مانگنی ضروری تھی یعنی سورۃ فاتحہ میں بجائے ولا الضالین کے ولا الدجال ہونا چاہیے تھا اور یہی معنی واقعات نے ظاہر کئے ہیں کیونکہ جس آخری فتنہ سے ڈرایا گیا تھا زمانہ نے اسی فتنہ کو پیش کیا ہے جو تثلیث پر غلو کرنے کا فتنہ ہے۔ منہ'' (حاشیہ ص 310)

''اور مسیح موعود بھی اسلام کی ہمدردی میں اپنے نعرے آسمان تک پہنچائے گا اور تمام فرشتے اس کے ساتھ ہو جائیں گے تا اس آخری جنگ میں اس کی فتح ہو۔ وہ نہ تھکے گا اور نہ درماندہ ہو گا اور نہ سست ہو گا اور ناخنوں تک زور لگائے گا کہ تا اس چور کو پکڑے اور جب اس کی تضرعات انتہاء تک پہنچ جائیں گی تب خدا اس کے دل کو دیکھے گا کہ کہاں تک وہ اسلام کے لئے پگھل گیا تب وہ کام جو زمین نہیں کر سکتی آسمان کرے گا اور وہ فتح جو انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکتی وہ فرشتوں کے ہاتھوں سے میسر آ جائے گی۔

اس مسیح کے آخیری دنوں میں سخت بلائیں نازل ہوں گی اور سخت زلزلے آئیں گے اور تمام دنیا سے امن جاتا رہے گا یہ بلائیں صرف اس سچ کی دعا سے نازل ہوں گی تب ان نشانوں کے بعد اُس کی فتح ہو گی۔ وہی فرشتے ہیں جو استعارہ کے لباس میں لکھا گیا ہے کہ مسیح موعود اُنکے کاندھوں پر نزول کرے گا۔ آج کون خیال کر سکتا ہے کہ یہ دجالی فتنہ جس سے مراد آخری زمانہ کے ضلالت پیشہ پادریوں کے منصوبے ہیں انسانی کوششوں سے فرو ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ آسمان کا خدا خود اس فتنہ کو فرو کرے گا وہ بجلی کی طرح گرے گا اور طوفان کی طرح آئے گا اور ایک سخت اندھی کی طرح دنیا کو ہلا دے گا کیونکہ اس کے غضب کا وقت آ گیا مگر وہ بے نیاز ہے۔ قدرت کی پتھر کی آگ انسانی تضرعات کی ضرب کی محتاج ہے۔ آہ کیا مشکل کام ہے۔ آہ کیا مشکل کام ہے۔ ہم نے ایک قربانی دینا ہے جب تک ہم وہ قربانی ادا نہ کریں کسر صلیب نہیں ہو گا۔ ایسی قربانی کو جب تک کسی نبی نے ادا نہیں کیا اس کی فتح نہیں ہوئی اور اسی قربانی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے۔ و استفتحوا و خاب کل جبار عنید یعنی

نبیوں نے اپنے تئیں مجاہدہ کی آگ میں ڈال کر فتح چاہی پھر کیا تھا ہر ایک ظالم سرکش تباہ ہوگیا اور اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے:

تا دل مرد خدا نامد بدرد

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

اور صلیب کے توڑے سے یہ سمجھا کہ صلیب کی لکڑی یا سونے کی چاندی کی صلیبیں توڑ دی جائیں گی یہ سخت غلطی ہے۔ اس قسم کی صلیبیں تو ہمیشہ اسلامی جنگوں میں ٹوٹتی رہی ہیں بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑ دے گا۔ اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشو ونما نہیں ہوگا۔ ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کو پیوند نہیں ہوگا۔ انسانی ہاتھ اس کو نہیں توڑیں گے بلکہ وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک ہے جس طرح اُس نے اس فتنہ کو پیدا کیا تھا اسی طرح اس کو نابود کرے گا۔ اس کی آنکھ ہر ایک کو دیکھتی ہے اور ہر ایک صادق اور کاذب اس کی نظر کے سامنے ہے۔ وہ غیر کو یہ عزت نہیں دے گا مگر اس کے ہاتھ کا بنا ہوا مسیح یہ شرف پائے گا جس کو خدا عزت دے کوئی نہیں جو اس کو ذلیل کر سکے۔ وہ مسیح ایک بڑے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے سو وہ کام اس کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ اس کا اقبال صلیب کے زوال کا موجب ہوگا اور صلیبی عقیدہ کی عمر اس کے ظہور سے پوری ہو جائے گی۔ اور خود بخود لوگوں کے خیالات صلیبی عقیدہ سے بیزار ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ آج کل یورپ میں ہو رہا ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ ان دنوں میں عیسائیت کا کام صرف تنخواہ دار پادری چلا رہے ہیں اور اہل علم اس عقیدہ کو چھوڑتے جاتے ہیں۔

پس یہ ایک ہوا ہے جو صلیبی عقیدہ کے برخلاف یورپ میں چل پڑی ہے اور ہر روز تند اور تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہی مسیح موعود کے ظہور کے آثار ہیں کیونکہ وہی دو فرشتے جو مسیح موعود کے ساتھ نازل ہونے والے تھے صلیبی عقیدہ کے برخلاف کام کر رہے ہیں اور دنیا ظلمت سے روشنی کی طرف آتی جاتی ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ دجالی طلسم کھلے کھلے طور پر ٹوٹ جائے کیونکہ عمر پوری ہوگئی ہے۔

اور یہ پیشگوئی کہ خنزیر کو قتل کرے گا یہ ایک نجس اور بدزبان دشمن کو مغلوب کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے کہ ایسا دشمن مسیح موعود کی دعا سے ہلاک کیا جائے اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔

اور یہ پیشگوئی کہ وہ دجال کو قتل کرے گا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے ظہور سے دجالی فتنہ روبزوال ہو جائے گا اور خود بخود کم ہوتا جائے گا اور دانشمندوں کے دل توحید کی طرف پلٹا کھا جائیں گے۔ واضح ہو کہ دجال کے لفظ کی دو تعبیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو جھوٹ کا حامی ہے۔ اور مکر اور فریب سے کام چلاوے۔ دوسری یہ کہ دجال شیطان کا نام ہے جو ہر ایک جھوٹ اور فساد کا باپ ہے پس قتل کرنے کے یہ معنی ہیں، یہ اس شیطانی فتنہ کا ایسا استعمال ہوگا کہ پھر قیامت تک کبھی اس کا نشو ونما نہیں ہوگا گویا اس آخری لڑائی میں شیطان قتل کیا جائے گا۔ اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں داخل ہوگا اس کے یہ معنی کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودی جائے گی یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں جو گستاخی اور بے ادبی سے بھری ہوئی ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر ہوگا کہ موت کے بعد وہ اس رتبہ کو پائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا رُتبہ اس کو ملے گا۔ اور اس کی روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے جا ملے گی گویا ایک ہی قبر میں ہیں۔ اصل معنی یہی ہیں جس کا جی چاہے دوسرے معنی کرلے۔ اس بات کو روحانی لوگ جانتے ہیں کہ موت کے بعد جسمانی قرب کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی قرب رکھتا ہے اس کی روح آپ کی روح سے نزدیک کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور یہ پیشگوئی کہ وہ قتل نہیں کیا جائے گا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خاتم الخلفاء کا قتل ہونا موجب ہتک اسلام ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل سے بچائے گئے۔'' (حقیقت الوحی ص 306 تا 313)

معاشرتی معاملات اور حقوق العباد کے متعلق تعلیماتِ اسلام

لیکچر احمد شجاع صاحب، برموقع سالانہ تربیتی کورس 2018ء

پچھلے دو لیکچرز میں ہم نے والدین اور اولاد کے حقوق و فرائض کے حوالہ سے گفتگو کی تھی آج ہم یتامیٰ کے حقوق کی کچھ بات کریں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے یہ بات کر چکے ہیں کہ ایک خوبصورت معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں جب تک کہ تمام انسانوں کے حقوق کی نگہداشت اور حفاظت ممکن نہ بنائی جائے۔ اس بنیادی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ہی ایک خوبصورت اور صحت مند معاشرہ تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا معاشرتی نظام تمام نسلِ انسانی کی بقاء کا محافظ ہے وہ تمام انسانوں کے حقوق اور عزت و وقار کی حفاظت کی بات کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے یتیموں کے حقوق بھی متعین فرمائے ہیں۔ یتیم ان بچوں کو کہا جاتا ہے جن کے سر سے والد کی شفقت کا سایہ اُٹھ جائے۔ یعنی والد کی وفات ہو جائے۔ شفقت پدری سے محروم بچے زمانہ کے بے رحم تھپیڑوں کی زد میں آ جاتے ہیں۔ والد جو بچوں کے لئے اپنا سب کچھ ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور محفوظ ڈھال کی مانند ہوتا ہے اور اہل و عیال کی کفالت، حفاظت، نگرانی اور تربیت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ جونہی وہ آنکھیں موندتا ہے۔ بچوں کے سر سے تحفظ کا سایہ چھن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مبتلا بچوں کی ذمہ داری معاشرہ کے تمام افراد پر عائد ہوتی ہے اور خصوصاً ان کے قریبی عزیز و اقارب پر کہ وہ ان حقوق کی پاسداری کریں۔ اسی طرح اسلامی ریاست کے اوپر بھی ذمہ داری آتی ہے کہ اپنے بچوں کی نگہداشت کے لئے انتظام کرے۔ قرآن مجید میں تقریباً تئیس دفعہ مختلف مقامات پر یتیموں کی پرورش اور دیکھ بھال کے متعلق احکامات صادر فرمائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار احادیث میں یتیموں کے حقوق انکی کفالت، ان کی تعلیم و تربیت کے بارے میں نبی کریم صلعم نے توجہ دلائی ہے۔ اور اس کے حوالہ سے مختلف قسم کی بشارات سے یتیموں کے حقوق کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰؐ کا بچپن بھی یتیمی میں گزرا۔ آپؐ کے والد آپ کی پیدائش سے پہلے انتقال فرما گئے تھے اور چھوٹی عمر میں ہی آپ کی والدہ بھی آپؐ سے جدا ہو گئی تھیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جہاں ہر طبقہ انسانی کے افراد کے لئے آپ کی ذات کو اسوۂ حسنہ بنایا وہاں آپ کو یتیم رکھ کر یتیموں کے لئے بھی ڈھارس اور اسوۂ حسنہ کی عظیم الشان مثال بنایا۔ آپ نے یتیمی اور مسکینی کے مراحل سے گزر کر اور ان سب حالات کے باوجود وہ اوصافِ حمیدہ دکھائے کہ رہتی دنیا تک وہ تمام انسانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ آپؐ نے اپنی پوری زندگی یتیموں اور کمزوروں کی بہت خبر گیری کی اور ان سے انتہائی بہترین اور شفقت سے بھرپور سلوک کیا۔ جس کی بہت سی مثالیں ہمیں آپ کی سیرت سے ملتی ہیں۔

انسانی سوسائٹی میں یتامیٰ کمزور لیکن اہم جزو ہیں۔ اسلام نے ان کے حقوق متعین کر دیئے ہیں اور مسلمانوں کو پابند بنایا ہے کہ وہ ان کی نگہداشت کریں۔ ''اور ماں باپ رشتہ دار اور یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرو''۔ (النساء 36:4)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے ساتھ نیک سلوک کرے گا جو اس کے پاس ہے تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے اور آپؐ نے انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ ''ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے'' (الفجر 17:89)

''یتیم کو کبھی نہ جھڑکو'' (الضحیٰ 9:93)

''اور اس کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔ (الدھر 8:76)

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ پھٹکو مگر ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ سن بلوغت کو پہنچ جائے''۔ (الانعام 152:6)

''اور لوگ آپؐ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں ان کو کہہ دیجئے کہ ان کے اخلاق کو سدھارنا بہتر ہے۔'' (220:2)

''اور یہ کہ یتیموں کے بارہ میں انصاف کے ساتھ قائم رہو۔'' (النساء 127:4)

ہم نے اپنی نئی نسل کو تعلیماتِ اسلام کی روشنی سے منور کرنا ہے

تقریر شکیل ہمایوں (جنرل سیکرٹری صاحب) بر موقع تقریب یوم مسیح موعودؑ پشاور

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، بار بار رحم کرنے والا ہے۔

محترم حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ، معزز ممبران پشاور جماعت، میری بہنوں، نوجوانوں اور بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج پشاور جماعت نے یوم مسیح موعودؑ کے حوالہ سے جس پروگرام کا انعقاد کیا۔ ان کے اس اقدام اور کاوش پر میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ پشاور جماعت پہلے بھی اس قسم کے پروگراموں کا انعقاد کرتی رہی ہے۔ میں ذاتی طور پر ان کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کو اور ہمت و توفیق عطا فرمائے کہ وہ ایسے مواقعوں کو استعمال کرتے ہوئے جماعت کے افراد میں محبت اور یگانگت پیدا کرنے کی کوششوں کو جاری رکھیں۔ اس کے علاوہ بھی مہینہ میں ایک دو بار دینی پروگرام ضرور ہونے چاہئیں تا کہ جماعت کے احباب دین سیکھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ کو مضبوط بنا سکیں۔ دوسرا تربیتی کورس 2019ء کے حوالہ سے جو دعوت آپ کو میں دینے آیا تھا مجھ سے پہلے ہی بچوں نے بڑے خوبصورت انداز میں وہ دعوتی پیغام آپ احباب تک پہنچا دیا ہے۔ میں انہی کے پیغام کا اعادہ کرتے ہوئے آپ احباب سے گذارش کروں گا کہ ہمارا تربیتی کورس جو 7 جولائی سے 21 جولائی تک منعقد ہو رہا ہے اس میں اپنے بچوں کے ساتھ اپنی شمولیت کو بھی یقینی بنائیں۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ اس تربیتی کورس کا مقصد اپنی نوخیز نسلوں کو تربیت دین اور تحریک احمدیت سے واقفیت دینا ہے تا کہ وہ دنیا میں جہاں بھی جائیں اپنے کردار و اخلاق کی خوبی سے دنیا کو اسلام کی اصل تصویر اور احمدیت کی تعلیم جو کہ حقیقی اور عین اسلام ہے سے روشناس کروا سکیں۔

ہم نے اپنی نئی نسل کو حقیقت اسلام کی روشنی سے منور کرنا ہے اور یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور سالانہ تربیتی کورس اس ذمہ داری کو نبھانے کی عملی کوشش ہے۔ ہمارے بزرگوں نے مسیح الزماں کا جو پیغام پایا تھا وہ احسن طور پر ہم تک پہنچایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اب ہم پر یہ بار ہے کہ ہم بھی کوشش کریں کہ مسیح موعود کا پیغام جو کہ حقیقی اسلام ہے جس کو مسیح موعود نے تمام قسم کے زوائد سے پاک کر کے ہمیں دیا یعنی یہ وہی اسلام ہے جس کو نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰؐ نے پیش کیا تھا لیکن زمانہ کی گرد نے اس کی شکل ہی بدل دی تھی۔ امام وقت نے اس گرد کو صاف کیا اور اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کو دور کیا اور جو بدعتیں اور کمیاں پیدا ہو گئیں تھیں ان کی اصلاح کی اور اس اسلام کو پیش کیا جس پر نبی کریم صلعم اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ کاربند تھے۔ حضرت مسیح موعود اپنی جماعت کے سپرد بھی یہی کام لگا گئے ہیں کہ حقیقی اسلام کو دنیا تک پہنچایا جائے۔ یہی کام جماعت احمدیہ لاہور کر رہی ہے اور کرتی رہے گی چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔ ہر ایک احمدی کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ اگر آپ حق کو پہنچانے کے لئے نکلے ہیں تو یہ بات لازم ہے کہ آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا ہی ہو گا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو بھی حق کا علم لے کر کھڑا ہوا اس کو مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کیا ہمارے نبی اکرم صلعم جو افضل البشر تھے ان کو مشکلات نہیں آئیں۔ اگر آئیں تو کیا انہوں نے اپنے کام سے دستبرداری اختیار کر لی اور کام کو چھوڑ دیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آپؐ کی پاک ذات نے ہر مقام پر ہر مشکل گھڑی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسی طرح ہمارے امام کو ہر

طرح کی آزمائش سے گزرنا پڑا تو کیا امام وقت نے حق کے کام کو کرنے سے ہاتھ کھینچ لیے تھے۔نہیں ہرگز نہیں۔

انہوں نے تمام مصائب و آلام کے باوجود نہ تو تبلیغ سے دست کشی اختیار کی اور نہ ہی اسلام کے پیغام حق کو سنانے سے رُکے۔ وہ ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ایک مضبوط چٹان کی مانند ڈٹے رہے۔ اگر انسان حق پر ہو اور اس کو اس بات پر پختہ یقین ہو کہ میں حق پر ہوں تو اسے وقتی پریشانیوں اور مشکلات سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے۔

بعض اوقات بعض افراد گھبرا جاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس علم کی کمی ہوتی ہے جس پر وہ لوگوں کی باتوں اور تند و تیز سوالات کی بوچھاڑ سے گھبرا کر حق کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ بعض افراد اسی وجہ سے حق سے دامن چھڑا لیتے ہیں کہ انہیں حق کا علم ہی نہیں ہوتا۔ انہوں نے جماعت اور مسیح موعود کے لٹریچر کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے اعتراضات کا جواب نہیں دے پاتے اور متزلزل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یقین کی پختگی اور مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے علم میں وسعت پیدا کریں اور یہی کوشش اپنی اولاد کے لئے کریں کہ وہ بھی قرآن و سنت اور حضرت مسیح موعود کے پیدا کردہ علم الکلام سے پوری واقفیت رکھنے والے ہوں۔

اسی طرح ایمان و یقین کی پختگی کے لئے دوسری چیز کردار کی اصلاح ہے۔ جب تک ہم اپنے کردار کی تعمیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اس وقت نہ ہم اپنے لئے سودمند ہو سکتے ہیں نہ دوسروں کے لئے۔ ہمیں ہر لحاظ سے اپنی شخصیت کو سنوارنے کی ضرورت ہے۔ جب ہم اپنی شخصیت کو علم و عمل سے آراستہ کرلیں گے تو تمام قسم کے خدشات، خوف اور ڈر ہمارے دلوں سے نکل جائیں گے۔

احمدیت کو اپنی کمزوری نہ بنائیں یہ آپ کی طاقت ہے۔ اس طاقت کو سمجھنے اور استعمال کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ آپ کو احمدیت پر فخر ہونا چاہیے کہ آپ اس جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں جو اللہ کے اذن اور ارادہ سے قائم کی گئی ہے۔ آپ اس جماعت کے ممبر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عنایات کے سائے تلے ہیں۔ آپ زمانہ میں پائی جانے والی جہالت اور بدعملی سے محفوظ ہیں۔ آپ ان لوگوں کے ساتھ نہیں کھڑے جو انسانیت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ جن کو انسانی جان کی قدر و قیمت نہیں۔ آپ تو وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ خدمت آدمیت ہی رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ آپ لوگوں نے اللہ کے فضل کے تحت وقت کے امام کو پہچانا ہے اور اعلیٰ درجہ کی شرائط جو تعلیمات اسلام کا خلاصہ ہیں ان کے تحت اپنا ہاتھ مسیح موعود کے ہاتھ میں دیا ہے۔ جو لوگ مسیح موعود کو پہنچان کر اور حقیقت کا ادراک ہونے کے باوجود دنیاوی اغراض کی خاطر اس جماعت کو چھوڑتے ہیں وہ ان لوگوں سے بڑھ کر ظلم کرتے ہیں جنہوں نے وقت کے امام کی پہچان نہیں کی۔ وہ اللہ کے حضور اپنے اس عمل کے جواب دہ ہیں۔

یہ یاد رکھیں کہ آپ کی جماعت پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ہر فرد پر بے شمار فضل کیے ہیں اور ہر ایک دنیاوی نعمت سے نواز رکھا ہے جس میں اولاد، نوکری، کاروبار اور دوسری بے شمار نعمتیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جماعت کو ہر مشکل گھڑی میں حفاظت سے رکھا ہے۔ آپ اللہ کے افضال دیکھتے ہوئے پھر کس بات سے گھبراتے ہیں۔

آپ لوگ اس جماعت کو چھوڑ کر سمجھتے ہیں کہ آپ پر سے احمدیت کی چھاپ ختم ہو جائے گی۔ احمدیت کی چھاپ اور لیبل نسلوں تک ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لوگوں سے ڈرنا چھوڑ دیں، لوگوں سے ڈر، ڈر کر زندگی گزارنا چھوڑ دیں اور ایک ذات واحد اللہ کی ذات کے ڈر کو بس اپنے دل میں جگہ دیں۔ آپ جس عقیدہ پر کھڑے ہیں وہ خدا کے فضل و کرم سے انتہائی درست عقیدہ ہے۔ جس سے شفاف اور درست عقیدہ دنیا میں ڈھونڈنا مشکل ہے۔ یہ وہی عقیدہ ہے جسے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰؐ نے پیش کیا ہم اسی عقیدے پر کھڑے ہیں۔ اس پر ہمیں فخر ہونا چاہیے۔ خدارا اپنی اولادوں کو اس کھرے عقیدہ سے دور نہ کریں، اپنی اولادوں پر ظلم نہ کریں۔ آپ کے والدین تمام مشکلات کے باوجود

آپ کو اس عقیدہ پر کھڑا کر گئے ہیں۔ آپ اپنے بچوں کو مشکلات کے ڈر کی وجہ سے اس عقیدہ سے دور نہ کریں۔

میں اپنے ان بزرگوں اور بھائیوں سے آج انتہائی خوش ہوں جو ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو آج کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے خصوصیت سے لے کر آئے۔ ہماری یہ بہنیں آئی ہیں تو ان کے ساتھ ہمارے بچے بھی آئے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آنے والے سالوں میں یہ مسجد بچوں کی آمد سے اور بھری نظر آئے گی۔

آپ اپنے بچوں اور خواتین کو اگر مسجد سے دور کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں اسلام سے دور کر رہے ہیں۔ ماؤں کو مسجدوں میں آنے دیں، ماں مسجد میں آئے گی تو بچے اس کے ساتھ مسجد میں آئیں گے۔ جیسا کہ ہمارے بھائی حافظ انس حمید صاحب نے اسلامی تاریخ کے حوالہ سے بتایا کہ اسلام کی ترویج اور حفاظت میں خواتین کا اتنا بڑا کردار ہے کہ ہم تخیل میں نہیں لا سکتے۔ آج ہماری دنیا کی آبادی کا 55 فیصد حصہ عورتوں پر مشتمل ہے ہم انہیں کیسے پیچھے رکھ سکتے ہیں۔ اگر ہم عورتوں کو پیچھے رکھتے ہیں تو کیسے ہم ترقی کر سکتے ہیں ہم اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی مدد کے بغیر ترقی کر ہی نہیں سکتے۔ ہماری جماعت بھی اس صورت میں ترقی کر سکتی ہے کہ ہماری خواتین دین سیکھیں اور آنے والی نسلوں تک پہنچائیں۔ ہماری خواتین نے ہی ہمارے بچوں کو احمدیت کی طرف لے کر آنا ہے۔ اور میں خواتین سے بھی کہنا چاہوں گا کہ آپ پر اسلام اور دین کے حوالہ سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آپ کو اپنی ذمہ داری کو سمجھنا ہے اور اپنے بچوں کو دین کی جانب لے کر آنا ہے۔

احمدیت کے حوالہ سے جیسی تعلیم تربیت ایک ماں کر سکتی ہے وہ کوئی اور ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہماری ہر ماں، بہن، بیٹی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ اپنی اولادوں کی اسلام اور احمدیت کی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کریں۔

اس کے علاوہ میں اپنی ہر ہر تقریر میں اس بات کو دہراتا ہوں کہ اپنی شادیاں جماعت میں کریں۔ آئے روز ہمیں سننے کو ملتا ہے کہ جماعت کا فلاں ممبر شادی کی وجہ سے جماعت کو چھوڑ گیا تو میرا سوال ہے کہ جماعت سے باہر شادی کر کے کیا ان کو کوئی بہترین ایمان میسر آ جاتا ہے جو جماعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ اس جماعت کے عقائد و ایمان سے بہتر ایمان کہیں نہیں مل سکتا۔ رشتوں اور دوسری اغراض کے لئے بعض قادیانی جماعت کی بیعت کر لیتے ہیں تو وہ غور کریں کہ وہ غلط سمت کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ عقیدہ ختم نبوت کو چھوڑ رہے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں ختم نبوت کے عقیدہ سے انکار کفر، کذب اور دائرہ اسلام سے خروج ہے۔ آپ سب کے لئے سوچنے کا مقام ہے کیوں آپ قادیانی جماعت کے ظاہر کو دیکھ کر ان کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور سوچ و بچار کو کام میں نہیں لا رہے۔ یہ مقام غور ہے کہ اپنے بچوں، بچیوں کی شادی ان کی طرف کیسے جا رہے ہیں۔ آپ اپنے بچوں کی شادیاں جماعت میں کیوں نہیں کرتے۔ جماعت کی خاطر اپنی نفسانی خواہشوں کی قربانیاں دینی ہوں گی۔

اللہ کے لئے قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ خدا کے لئے نیند سے جاگیں۔ ہم نے اپنی ذاتی خواہشات کی خاطر بہت نقصان کر لیا۔ اب جماعت سے باہر شادیاں نہ کریں۔ آپ کس طرح کی مثالیں چاہتے ہیں۔ آپ کے امیر نے اپنے بچوں کی شادیاں جماعت میں کر کے مثال قائم کر دی ہے۔ ان سے بڑھ کر تو کوئی نہیں انہوں نے جب سب باتوں پر جماعت کو فوقیت دے کر دکھا دی تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ کیا ہم اتنے کمزور ایمان کے مالک ہیں کہ معمولی خواہشات کو قربان نہ کر سکیں۔ ایسے بہانے بنا کر جماعت کو نہ چھوڑیں۔ جماعت میں مناسب رشتے نہیں ہوتے۔ اگر خدا کی مرضی نہیں تو جماعت کو چھوڑ کر بھی مناسب رشتے نہیں ہوتے۔ میری آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ اس طرف غور کریں ان باتوں سے ہم نے بہت نقصان اُٹھا لیا۔ ان سطحی باتوں سے اپنے آپ کو نکالیں اور اپنے آپ کو ان سے دور کر لیں۔

میں اپنی ہر تقریر میں آپ سے یہی منت و سماجت کرتا ہوں کہ شادیاں جماعت میں کریں۔ اور یہی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے اگر آپ

حضرت امیر کی اس بات کو عملی رنگ میں اختیار کر لیں تو جو فائدہ جماعت کو ہوگا اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ آپ اگر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی عزت تکریم کرتے ہیں تو ان کے حکم کو مانتے ہوئے آپسی رشتہ داری کو فروغ دیں۔ جب آپ جماعت سے باہر شادی کرتے ہیں تو اپنے لئے ہی مصائب پیدا کر لیتے ہیں۔

میں اس بات کو دوبارہ دوہراؤں گا کہ جو اس زمانہ کے امام کو پہچان کو چھوڑتا ہے وہ کبھی خوشی اور آرام سے نہیں رہ سکتا۔ میں نے اپنے عزیز و اقارب میں سے ایسے لوگوں کی زندگیوں سے واقف ہوں جنہوں نے عارضی فائدوں کی خاطر جماعت کو چھوڑا آج ان کی زندگیوں میں سکون نہیں۔ جس کو اس امام کی خبر نہیں وہ تو سزا سے بچ جائے گا لیکن جس نے پہچان چھوڑا ہے وہ قابل مواخذہ ہے۔ میں اپنے نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ اس امام کے ہاتھ کو نہ چھوڑیں۔ اگر کامیابی چاہتے ہیں تو اس امام کی تعلیمات کو اپنا لیں آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

یہ امام اللہ کا بندہ تھا اور اللہ اپنے بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور جو اس کے صالح بندوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اللہ ان کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ آپ اس مرد صالح کی باتوں پر عمل کر کے تو دیکھیں، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیسی آسانیاں آپ کی زندگی میں پیدا کرتا ہے۔

تربیتی کلاس میں شمولیت کو لازمی بنائیں۔ آپ جہاں سیر و تفریح کے لئے وقت نکالتے ہیں اپنے بچوں کو دین سکھانے کے لئے لازمی اس کورس میں شرکت کریں۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے اپنے بچوں کو دین سے آگاہی دینا۔ جہاں آپ اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے لئے تگ و دو کرتے ہیں اور لاکھوں، کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ وہاں اللہ کے دین کو سیکھنے کے لئے کیا وقت اور مال خرچ نہیں کر سکتے۔ ان بچوں نے کل کو جماعت کی باگ ڈور کو سنبھالنا ہے اگر انہوں نے ہی دینی تعلیم نہ لی تو جماعت کیسے چلی گی۔ اس لئے میری تمام والدین سے، نوجوانوں، بچوں اور بہنوں سے ایک دفعہ پھر گزارش ہے کہ تربیتی کورس میں لازمی شامل ہوں۔ ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ آپ کے آرام کا پورا پورا خیال رکھ سکیں لیکن اگر کوئی کمی رہ جائے تو اللہ کی خاطر اور اس کے دین کی خاطر چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ ان باتوں کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ کے رستہ میں نکلنے پر جو بھی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں ان کا اللہ کے ہاں اجر و ثواب ہے۔ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں فقط اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں۔ اس جماعت کے افراد کا کوئی ذاتی مقصد اور ایجنڈ انہیں جو کچھ ہے فقط اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ یہ جماعت صرف اور صرف اللہ کے لئے کام کر رہی ہے اور اللہ کا پیغام انسانیت تک پہنچا رہی ہے۔ آئیں ہم سب مل کر اس جماعت کو اٹھائیں اور اس کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس طرف بھی غور کریں کہ جو لٹریچر ہمارے بزرگوں نے چھوڑا ہے اس کو پڑھنے کی طرف بھی توجہ کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مولانا نورالدینؓ، حضرت مولانا محمد علیؒ اور دوسرے بزرگوں کی کتابوں کے پڑھنے کو بھی معمول بنائیں اگر آپ نے اس لٹریچر کو پڑھ لیا تو کوئی آپ کی دینی ضرورت ایسی نہ رہ جائے گی جس کے متعلق آپ کو آگاہی نہ مل جائے اور کوئی مخالف آپ سے بات کرنے کی جرات نہ کرے گا۔ ہماری جماعت کے افراد جو کام کرتے ہیں اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ اللہ نے اس جماعت کے افراد کو جذبہ سے بھی نوازا رکھا ہے اور جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئی تو مرد تو ایک طرف ہماری ماؤں بہنوں نے اپنے زیور تک اُتار کر پھینک دیئے۔ اللہ کی رضا اور خدمت دین کے لئے اس جماعت نے جو بھی کام کیا خدا تعالیٰ کی تائید شامل حال رہی اور اللہ کی نصرت اور مدد سے تمام کام پایہ تکمیل تک پہنچ گئے۔ اس لئے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اس کے ساتھ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ آپ لوگوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ میری آپ لوگوں سے یہ بھی درخواست ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھا کریں وہ اس عمر میں بھی جس قدر دین کی خدمت کے لئے کوششوں میں مصروف ہیں اللہ ان کو لمبی زندگی اور صحت تندرستی عطا فرمائے رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین

توبہ روحانی ترقی کا پہلا زینہ

مظفر احمد سیال (جائنٹ سیکرٹری شبان الاحمدیہ)

ترجمہ:''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کی بُری زندگی کو اللہ نیک زندگی سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اچھا رجوع کرآتا ہے۔''(فرقان:70-71)

توبہ کس کو کہتے ہیں۔توبہ کے لفظی معنی لوٹنے، رجوع کرنے، اعترافِ گناہ، ندامت اور پلٹنے کے ہیں۔شرعی اصطلاح میں توبہ کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے۔یعنی توبہ اللہ کی طرف رجوع کرنے اور گناہوں سے تائب ہونے کا نام ہے۔حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ''توبہ'' کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ گناہ کو فراموش کر دینا، یعنی توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے اس طرح ختم ہو جائے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔''مختصراً یہ کہ توبہ گناہ کی حالت سے اللہ کی اطاعت کی طرف رجوع کا نام ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ سے جو احکامات نازل کئے ہیں جو شریعت اسلامیہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں کی تعمیل کرنا اور نافرمانی کو ترک کر دینا ہی اصل توبہ ہے۔میرے خیال کے مطابق توبہ یہ ہے کہ انسان اپنی کی ہوئی خطاؤں پر نادم ہو۔اور جو برائی وہ کر رہا ہے اُسے چھوڑ دے اور آئندہ اُس کا ارتکاب نہ کرے اور جو برائی وہ کر چکا ہو اُس کی تلافی کی کوشش کرے اور اگر تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ سے معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے تاکہ اپنی برائی کے داغوں کو دھو ڈالے لیکن توبہ اُس وقت تک حقیقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر نہ ہو کسی دوسری وجہ سے کسی بُرے فعل کو ترک کر دینا توبہ نہیں کہلاتا۔اللہ سے دوستی کی پہلی منزل توبہ ہے کیونکہ جس نے بھی اللہ سے دوستی لگائی اُس نے توبہ ہی سے ابتدا کی۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ہر ولی کو اس سیڑھی پر پہلے قدم رکھنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے بغیر منصب ولایت کو پانا ممکن ہی نہیں۔کیونکہ اولیاء کی زندگی اس امر کی دلیل ہے کہ جب کسی کے دل میں اللہ کی لگن اور عشق پیدا ہوا تو اس نے سب سے پہلے اللہ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کی اور پھر روحانی سلسلے کا آغاز ہوا اور جو کوئی جتنی جلدی توبہ کرے گا اور گناہ ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف راغب ہوگا۔اُتنی جلدی ہی منزل کو پائے گا اور اس کی اصل بنیاد توبہ ہے۔پس معلوم ہوا کہ توبہ ہی وہ ابتدا ہے جس سے روحانی مقامات کا آغاز ہوتا ہے۔توبہ ہی وہ بنیاد ہے جس کی بنا پر اللہ کے خاص بندے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کو حاصل کرتے ہیں۔یہ دراصل گناہ ایسی چیز ہے جو بندے اور محبوب حقیقی کے درمیان حجاب بن جاتا ہے۔کیونکہ اللہ کی ذات قدوس اور پاکیزہ ہے اور وہ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔بندہ کو جب یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ میں گناہ کی آلودگی کے باعث پاکیزگی کو گنوا چکا ہوں تو وہ اس معرفت سے تکلیف محسوس کرتا ہے اور نادم ہوتا ہے کیونکہ محبوب حقیقی سے دوری اسے کسی حالت میں گوارہ نہیں ہوتی۔اس لئے وہ محکم ارادہ سے گناہ کو ترک کرنے کا قصد کرتا ہے۔اسی چیز کو جنید بغدادیؒ بیان فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین مدارج ہیں۔پہلے ندامت، دوم عزم ترک، سوم دوبارہ اس ظلم سے باز رہنا۔

توبہ سے پہلے ایمان کامل کا ہونا از حد ضروری ہے۔ایمان کامل انسانی ضمیر کو زندہ رکھتا ہے۔انسان جب برائیوں کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو سب سے پہلے اُس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے کہ وہ برائی اور گناہ کیوں کرنے لگا ہے اور ایسے ضمیر کو ملامت کرنے والا ضمیر کہتے ہیں۔

ضمیر کی یہ کیفیت کسی نیک بزرگ کی صحبت میں بیٹھنے سے بہت جلد پیدا ہوتی ہے یا نیک والدین اور رزق حلال کھانے والے والدین کی دعاؤں میں

فطری طور پر اولاد میں موجود ہوتی ہے۔ یا قدرتی طور پر ایسا ماحول مل جائے۔ جس کے زیر اثر انسان نیکی کی طرف راغب ہو جائے۔ تو جب برائی کرنے پر انسان کا ضمیر انسان کو ملامت کرنے لگتا ہے۔ تو پھر اُس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان غمگین رہنے لگتا ہے۔ تو پھر وہ سوچتا ہے کہ اس سے برائی اور گناہ کیوں سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو طلب حق کا احساس بیدار ہوتا ہے اور وہ بیداری انسان کو اللہ کی طرف لے جانا چاہتی ہے اور یہی بیداری انسان کو نیکی کے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب بھی کوئی غافل غفلت کی نیند سے جاگتا ہے تو اس کو اللہ کے راستے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس راستے پر گامزن ہونے کے لئے توبہ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے کیونکہ توبہ کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ بیداری مردمومن کے دل میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ جو انسان کو توبہ کا راستہ بتاتی ہے توبہ کر لینے کے بعد توبہ پر قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ توبہ کی برقراری کے لئے نفس کا محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ جب تک نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک استقامت توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ اسلامی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی انجام دہی سے انسانی اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے اور جوں جوں انسان عبادات کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اسے استقامت توبہ نصیب ہوتی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! ''اللہ کی طرف سچی توبہ کرو'' (التحریم:8) توبہ کرنے والا اپنے اعضاء کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے۔ کیونکہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء اللہ کی نعمت ہیں انہیں گناہوں سے بچا کر خدا کی اطاعت میں مصروف رکھنا اصل شکر گزاری ہے۔ لہذا سچی توبہ سے بڑھ کر اور کونسی شکر گزاری ہوسکتی ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن کو بہت پسند کرتا ہے جو گناہوں میں مبتلا ہو کر بہت زیادہ توبہ کرتا ہے'' (احمد)

سچی توبہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے ایک بدّو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا۔ تو فرمایا کہ یہ تیری جھوٹی توبہ ہے۔ اس نے پوچھا پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا اس کے لئے کچھ چھ چیزیں ضروری ہیں۔ جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو۔ اور جن فرائض سے غفلت برتی ہو اُن کو کما حقہ ادا کرو۔ اس کے علاوہ جس کسی کا حق مارا ہو اُس کو دو۔ پھر جس کسی کو تکلیف پہنچائی ہو اُس سے معافی مانگو۔ مزید یہ کہ آئندہ غلطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلو۔ اور یہ کہ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کردو جس طرح کہ تم نے اب تک معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھاؤ۔ جس طرح اب تک تم اُسے معصیتوں کی حلاوت کا مزہ چکھاتے رہے ہو۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں:

''گنہگار پر گناہ کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح ہوتی ہے اور پشیمانی پختہ ارادہ پیدا کر دیتی ہے''

توبہ دراصل گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے اور سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے اور آئندہ گناہ ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے یہ وعدہ انسان اللہ سے کسی وقت بھی کرسکتا ہے عمر کے کسی حصے میں، جس وقت انسان کے دل میں گناہ چھوڑنے کا احساس پیدا ہو جائے تو انسان اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اللہ سے جو وعدہ کرے گا وہ وعدہ توبہ کہلائے گا۔ جو توبہ کر گیا وہ تر گیا توبہ وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہونے سے انسان اللہ کی بارگاہ میں مردود کی بجائے محبوب، دشمن کی بجائے دوست، دوزخ کی بجائے جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کا ایسا تریاق ہے جو انسان کو اس طرح معصوم اور پاک کر دیتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے اُس نے ابھی جنم لیا ہے۔

دنیاوی شاہوں کے درباروں میں صدارت اور وزارت کے ایوانوں میں مکتب اور درس گاہوں میں۔ اُمراء کے دیوان خانوں میں روسا کے رنگ برنگ بازاروں میں، دفتری اور کاروباری امور میں اُس شخص کو دنیا والے اچھا ہی سمجھ لیتے ہیں جو کوئی خطا کرے لیکن جلد ہی احساس ندامت کے تحت وہ اپنے بادشاہ سے مالک سے، آقا سے، دوست سے، دشمن سے اپنی خطا کی معافی کا طلبگار بنے تو اس کا قصور اکثر معاف کر دیا جاتا ہے۔ مگر دنیا والے پھر بھی تنگ نظر ہوتے ہیں

اور ہوسکتا ہے کہ خطا معاف نہ کریں مگر بارگاہ رب العزت کی رحمت اتنی وسیع ہوتی ہے کہ وہاں بڑے سے بڑے مجرم کو بھی توبہ سے پناہ مل سکتی ہے۔ اللہ کے رحم وکرم کی یہ کتنی بے نیازی ہے کہ خواہ کتنا ہی کوئی خطا کار، سیاہ کار، بدکار یا گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اللہ کے حضور جھک جائے تو معافی ضرور مل جاتی ہے۔ مگر یہ نادان انسان توبہ کی طرف نہیں لوٹتا حتیٰ کہ موت کا بلاوا آجاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ''سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک (یعنی قیامت تک) اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا رہے گا''۔

حضرت معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ ''سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہجرت توبہ کے موقوف ہونے تک موقوف نہ ہوگی۔ اور توبہ کرنے کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو''۔ (ابو داؤد)

جو کوئی توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے۔ اس کے لئے اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے ہیں جیسا کہ وہ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور کھول کر بیان کر دیا ان پر میں (رحمت کے ساتھ) متوجہ ہوتا ہے اور میں توبہ قبول کرنے رحم کرنے والا ہوں''۔ (البقرہ:160)

اسی طرح اور مقامات پر آتا ہے:

ترجمہ: ''صرف جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو اللہ اس پر (رحمت سے) توجہ کرے گا۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

(المائدہ:39)

ترجمہ: ''اور یقیناً میں اس کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور اچھا عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر قائم رہتا ہے۔'' (سورۃ طہٰ:82)

حضرت اقدسؑ مجد دصد چہار دہم فرماتے ہیں:

''استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم ہے کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہو جائے گی جس کا نام تُـو بُـو ا الیـہ ہے اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے۔ غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کر سکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً توبہ کی قوت مر جاتی ہے''۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اپنے بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اُس آدمی کو بھی نہیں ہوتی ہوگی جسے جنگل بیابان میں کھانے پینے سے لدا ہوا گم شدہ اونٹ اچانک مل جائے۔ جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے''۔

انسان کو چاہیے کہ توبہ کرے تو خالص توبہ کرے۔ توبہ اصل میں رجوع کو کہتے ہیں صرف الفاظ ایک قسم کی عادت ہو جاتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ صرف زبان سے توبہ کرتا پھرے بلکہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو جیسا کہ حق ہے رجوع کرنے کا۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ اس نے کسی کو دنیا میں اللہ کا شریک نہ بنایا ہو اور اس پر پہاڑ کے برابر گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت امام جعفر صادقؒ کا قول ہے کہ:

''توبہ کرنا آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے''

حضرت مسیح موعودؑ ملفوظات میں توبہ اور استغفار کے بارے میں مزید فرماتے ہیں ''دیکھو خدا تعالیٰ جیسا غفور اور رحیم کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر یقین کامل رکھو کہ وہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دنیا بھر میں کوئی گناہ گار نہ رہے تو میں ایک اور اُمت پیدا کروں گا جو گناہ کرے اور میں اُس کے گناہ بخش دوں۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام غفور اور ایک رحیم ہے۔ مگر یاد رکھو کہ گناہ ایک زہر ہے اور ہلاکت ہے۔ مگر توبہ اور

استغفار ایک تریاق ہے۔قرآن شریف میں آیا ہے ''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے پیار کرتا ہے جو توبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاک ہو جاویں'' (2:223)
خدا تعالیٰ نے ہر ایک شے میں ایک حکمت رکھی ہے۔اگر آدمؑ گناہ کر کے توبہ نہ کرتا اور خدا تعالیٰ کی طرف نہ جھکتا تو صفی اللہ کا لقب کہاں سے پاتا،اگر کوئی انسان ایسا اپنے آپ کو دیکھتا کہ جیسا ماں کے پیٹ سے نکلا ہے اور اپنے اندر کوئی گناہ نہ دیکھتا تو اس کے دل میں تکبر پیدا ہوتا۔جو تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور شیطان کا گناہ ہے۔شیطان نے گھمنڈ کیا کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اسی واسطے وہ شیطان بن گیا۔گناہ جو انسان سے صادر ہوتا ہے۔وہ نفس کو توڑنے کے واسطے ہے جب انسان سے گناہ ہوتا ہے تو وہ اپنی بدی کا اقرار کرتا ہے اور اپنے عجز کو یقین کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔جس طرح مکھی کے دو پُر ہیں کہ ایک میں زہر ہے اور دوسرے میں تریاق ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہارے کھانے پینے کی چیز میں مکھی پڑے تو وہ اپنا صرف ایک پُر اس کے اندر ڈبوتی ہے جس میں زہر ہے پر تم اُس کو نکالنے سے پہلے اس کا دوسرا پر بھی ڈبو لو کہ وہ اس کے بالمقابل تریاق ہے۔یہ مثال انسان کے گناہ اور توبہ کی ہے اگر گناہ صادر ہو جائے تو توبہ کرو کہ وہ اس کے واسطے تریاق ہے اور گناہ کے زہر کو دور کر دیتی ہے۔عاجزی اور تضرع سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکو تا کہ تم پر رحم کیا جاوے۔اگر گناہ نہ ہوتا تو ترقی بھی نہ ہوتی۔جو شخص جانتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے اور اپنے آپ کو ملزم دیکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تب اُس پر رحم کیا جاتا ہے اور وہ ترقی پکڑتا ہے۔گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں لیکن توبہ سچے دل کے ساتھ ہونی چاہیے اور نیت صادق کے ساتھ چاہیے کہ انسان پھر کبھی اُس گناہ کا مرتکب نہ ہو گا گو بعد میں یہ سبب کمزوری کے ہو جاوے لیکن توبہ کرنے کے وقت اپنی طرف سے یہ پختہ ارادہ اور سچی نیت رکھتا ہو کہ آئندہ یہ گناہ نہ کرے گا۔نیت میں کسی قسم کا فساد نہ ہو اور ارادہ کرے کہ قبر میں داخل ہونے تک اس بدی کے قریب نہیں جاؤں گا۔تب وہ توبہ قبول ہو جاتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی توبہ و استغفار کی توفیق دے اور ان لوگوں میں شامل کرے جن سے وہ پیار کرتا ہے۔(آمین)

بھول کر عداوت کو چلو پھر سے مل جاتے ہیں

عامر عزیز (امام جامع برلین)

بھول کر عداوت کو چلو پھر سے مل جاتے ہیں
برباد ، بنجر دھرتی میں پھر سے پھول اُگاتے ہیں
نہ آنسو تمہارے بہیں نہ آنکھیں میری نم ہوں
نفرتوں کی آگ میں امن کی آشا جلاتے ہیں
نہ تم ہجر کا دُکھ سہو نہ میں وصل کی آس پہ جیوں
اس اتھاہ اندھیری رات میں اُمید کا اک دیا جلاتے ہیں
گر ہیں ہم نائب خدا تو کیوں نہ سنیں اس کی صدا
دنیا کو سبق پھر سے اکرامِ آدمیت کا سکھاتے ہیں
کٹے لاشے، برباد بستیاں ، آہ و بکا، مدقوق چہرے
آؤ! اس اُجڑے گلستان کو پھر سے گل و گلزار بناتے ہیں
یہ ارض و سما کی وسعتیں تیری بھی ہیں مری بھی ہیں
تو اور میں کا جھگڑا چھوڑ مل کر انہیں کہکشاؤں سے سجاتے ہیں
جو بیتی ہے ہم پہ وہ بتائیں اگلی نسلوں کو
یقیں اس کا نہ کرنا جو انساں کو انساں سے لڑاتے ہیں
گھر ہمارا جلے یا تمہارا جلے ، جلے گا انساں ہی عزیز
چلو پھر آج سے نغمے محبت کے گنگناتے ہیں

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ اپریل 2019ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

رومانیہ میں بین الاقوامی کانفرنس

1اپریل۔ کمیونزم کے زوال کے بعد 30 گذرنے پر رومانیہ میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس کا اہتمام بین الاقوامی تنظیم ایچ، ڈبلیو، پی ایل نے رومانیہ میں کیا۔ عامر عزیز صاحب، امام مسجد برلین کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ کانفرنس کا موضوع ''دنیا میں امن کے قیام کے لئے مذہب کا کردار'' تھا۔ عامر عزیز صاحب نے بھی اس کانفرنس میں اسلام کے حوالے سے اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا۔ جس کو شرکاء نے سراہا۔ اس اہم کانفرنس میں ذیل کی ممتاز شخصیتوں نے شرکت کی:

(۱): سابق صدر رومانیہ

(۲): سابق صدر بلگیریا

(۳): سابق صدر یوکرین

(۴): سابق صدر مالڈووا

(۵): سابق صدر بوسنیا

(۶): سابق وزیراعظم کرغستان

ان کے علاوہ ہندومت، بدھ مت، عیسائیت اور اسلام کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ اس اہم بین الاقوامی کانفرنس کی افتتاحی تقریر رومانیہ کے سابق صدر جناب ایمل کانسٹینٹی نیوسونے کی۔ اس موقع کی تفصیل اور شرکاء کے ناموں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں عامر عزیز صاحب کی شرکت اور اسلام کا امن کے قیام کے لئے کردار کا بیان اور لوگوں کا اس کو سراہنا کتنی اہمیت کا حامل ہوا ہوگا۔

سکول کے طلباء کا مسجد برلین میں آمد

9اپریل۔ ٹریواپلاٹز ایلیمینٹری سکول کے طلباء کا ایک گروپ برلین مسجد آیا۔ انہیں اسلام کا مختصر تعارف اور برلین کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں کے بارے میں بتایا گیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ طلباء کے استاد کو قرآن مجید کا جرمن ترجمہ سکول کی لائبریری کے لئے تحفتہً پیش کیا گیا۔

سکول کے طلباء کے ایک وفد کی آمد

10اپریل۔ وٹزلر سکول کے بچوں کا ایک گروپ برلین مسجد دیکھنے آیا۔ ان کو مسجد کی تاریخ اور مسجد سے متعلق مختلف معلومات فراہم کی گئیں۔ ان بچوں نے بھی مسجد کی مذہبی اور سماجی اہمیت اور مسجد کی ہیت سے متعلق سوالات کئے۔ اس طرح سوال و جواب کا یہ سلسلہ خاصہ دلچسپ رہا۔ ان کو بھی سکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی کاپی تحفتہً دی گئی۔ جس کے لئے استاد نے شکریہ ادا کیا۔

مقامی چرچ میں امام مسجد برلین کا لیکچر

11اپریل۔ اے کے آر نامی بین المذاہب تنظیم نے ایک مقامی چرچ میں ایک پروگرام کا اہتمام کیا۔ امام برلین مسجد کو ''اسلام میں جمہوریت

اور جانشینی طرز حکومت کا تصور'' کے بارے میں اپنا نقطہ نگاہ پیش کرنے کے لئے دعوت دی گئی۔ تین مختلف مذہبی رہنماؤں اور دیگر تنظیموں کے نمائندوں نے اس میں شرکت کی اور اس اہم موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد لوگوں کے اس بارے میں سوالات کے بھی جوابات دیئے گے۔

ایسٹر کے تہوار میں امام برلین مسجد کی شرکت

21 اپریل۔ برلین مسجد کے قریب ایک ڈینس چرچ ہے جس کے مسجد سے کافی قریبی تعلقات ہیں۔ وہ اکثر مسجد کی تقریبات میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ اور مسجد سے تعارف کے لئے اپنے لوگوں کو بھی لاتے ہیں۔ امام برلین مسجد کو اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ عامر عزیز صاحب نے مسجد کی طرف سے اس خوشی کے موقع پر ایک کیک پیش کیا اور اس موقع پر ہدیہ تبریک بھی پیش کیا۔ تمام شرکاء اس خوشی کی تقریب میں شریک ہوئے اور چرچ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوئے۔ یہ تقریب کھانے کے وقت تک جاری رہی۔

چرچ کے ایک وفد کی برلین مسجد میں آمد

25 اپریل۔ برلین سے دور ایک شہر ورز برگ کے ایونجلسٹ چرچ کا ایک گروپ مسجد تشریف لایا۔ اللہ کے فضل و کرم سے برلین مسجد کی شہرت جرمنی کے دور دراز علاقوں تک پہنچتی جارہی ہے۔ یہ گروپ سب کا سب چرچ کے انتظامات سے منسلک تھا اور ان سے خالصتاً مذہبی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے اسلام اور مسجد کے متعلق معلومات اور گفتگو کے بارے میں خوشی کا اظہار کیا۔ ان سے سوال و جواب کا نہایت دلچسپ سلسلہ بھی رہا۔

مقامی ڈسٹرکٹ کے میئر کی دعوت میں شرکت

27 اپریل۔ مقامی ڈسٹرکٹ کے میئر نے مقامی لوگوں کے لئے ایک پُرتکلف دعوت اور فیشن شو کا اہتمام کیا تھا اس موقع پر مقامی لوگوں نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ امام برلین مسجد کو اس تقریب میں مختلف مذہبی اور سماجی لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔ اور اس طرح مسجد کا امام صاحب کے ذریعہ تعارف بھی ہوا۔

پاکستان سے اقبال جمال صاحب کی آمد

محترم اقبال احمد صاحب کے فرزند جمال اقبال صاحب برلین مسجد تشریف لائے اور تقریباً ایک ہفتہ تک قیام کیا وہ انجینئرنگ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ انہوں نے قیام کے دوران امام مسجد کی مختلف تقاریب میں معاونت کی اور مسجد اور امام ہاؤس کی صفائی اور دیگر کاموں میں نہایت محنت اور خلوص سے مدد کی۔ جزاہ اللہ

مسجد برلین میں نماز تراویح

اللہ کا شکر ہے کہ ماہِ رمضان کے بابرکت موقع پر مسجد میں تراویح نماز کا قیام ہوتا ہے جس میں روزانہ ایک پارہ پڑھا جاتا ہے۔ مقامی لوگ اس میں جوش و جذبہ سے شریک ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ملفوظات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ (مجدد صد چہاردہم)

ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لئے روک کا باعث ہوجاتا ہے

بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تھی جن میں نبی اور رسول آئے تھے۔ لیکن کیا اُن کی اس ذات کا کوئی لحاظ خدا تعالیٰ کے حضور ہوا۔ جب اس کی حالت بدل گئی۔ ابھی میں نے کہا ہے کہ ان کا نام سُور اور بندر رکھا گیا اور اسے اسی طرح پر انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگوں کو یہ مرض لگا ہوا ہے۔ خصوصاً سادات اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے اور اسے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید ولد آدم اور افضل الانبیاء ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہؓ تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ میں پیغمبر زادی ہوں۔ قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں تو اعمال کام آئیں گے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ میں گیلانی ہوں یا فلاں سید ہوں۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہوجاتی ہے۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **من یعمل مثقال ذرۃ شرا یراہ**۔ کوئی برا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اس کی پاداش اس کو ملے گی۔ یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا۔ **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم** اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لئے روک کا باعث ہوجاتا ہے ہاں ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اس سے آتے ہیں۔ (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹)